ابنِ صفی

جلد نمبر
5

جاسوسی دنیا

15- آتشی پرندہ

16- خونی پتھر

17- بھیانک جزیرہ

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 5

15	آتشی پرندہ
16	خونی پتھر
17	بھیانک جزیرہ

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر ....خالد سلطان
پرنٹر .... ہاشم انٹرپرائزز

سیل ڈپو: عثمان ٹریڈرز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 15

آتشی پرندہ

(مکمل ناول)

پیش رس

جاسوسی دنیا کا پندرھواں ناول ''آتشی پرندہ'' ملاحظہ فرمائیے۔

اس بار خطوط کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ ہے۔ مشورے، تنقید اور تنقیص یکساں انداز کی باتیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں کیا لکھوں۔ البتہ ایک صاحب نے کراچی سے مجھے للکارا ہے کہ میں خوابِ غفلت میں کیوں پڑا ہوا ہوں۔ قوم کو سدھارنے کی کوشش بھی کروں۔ آپکا فرمانا بجا کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے لیکن قوم اس قلم سے صرف کہانیوں کا نزول چاہتی ہے۔ اگر کبھی ایک آدھ جملہ کسی مثال کے طور پر بھی قلم سے رپٹ گیا تو قوم جھپٹ پڑتی ہے۔ ''آخر آپ کو سیاست میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔'' اور میں ہکا بکا رہ جاتا ہوں کہ قوم کو کیا جواب دوں۔ کیونکہ جواب دینے کے سلسلے میں ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑ جائے گی۔ پہلے تو قوم کو یہ بتانا پڑے گا کہ سیاست ہے کیا چیز، پھر عرض کرنا پڑے گا کہ میرے اس حقیر جملے کو اس کسوٹی پر پرکھیے۔ اگر اس میں ذرہ برابر بھی سیاست پائی جاتی ہو تو جو لیڈر کی سزا وہ میری سزا...... اور پھر بھائی اگر ملک میں سیاست دانوں کی کمی ہو تو تھوڑا بہت کشٹ بھی اٹھالیا جائے۔ مجھے تو بس کہانیاں لکھنے دیجئے، میری لیڈری آپ بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر خواہ مخواہ قوم کا وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔ قوم کے لئے اسکے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتا کہ دعا کروں۔ ''اے اللہ اس قوم کو ایک آزاد اور منفرد قوم کی حیثیت سے ہمیشہ قائم رکھیو۔'' آخر میں ان صاحب نے پوچھا ہے کہ لیڈر کی صحیح تعریف کیا ہے؟ بڑا بے ڈھب سوال کیا ہے آپ نے۔ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ البتہ اکبر الہ آبادی نے اپنے زمانے کے لیڈر کی تعریف یوں کی ہے۔

یوسف کو نہ دیکھا کہ حسین بھی ہیں جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

والسلام

ابن صفی

رقص

مئے پول ہوٹل کی وسیع رقص گاہ روشنی کے طوفان میں ہچکولے لے رہی تھی۔ نئے سال کا یہ پہلا عظیم الشان رقص تھا۔ فرش پر مثبت اور منفی قوتیں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو کر رمبا ناچ رہی تھیں اور ان کے سروں پر لال پیلے، بنفشی نارنجی اور فالسی غبارے منڈلا رہے تھے۔ نیز سرگوشیاں اور ہلکے ہلکے کھنکتے ہوئے قہقہے ہال کی فضا میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ آرکسٹرا دھیمے سروں میں بج رہا تھا۔

انور اور رشیدہ بہت دیر سے ناچ رہے تھے اور اب انور کچھ اکتا سا گیا تھا۔ رقص کے دوران ہی اُس نے اچانک رشیدہ کو گدگدا دیا اور وہ مچل کر پیچھے ہٹ گئی۔ وہ بال بال بچی ورنہ ایک جوڑے سے بُری طرح ٹکرا جاتی۔ رشیدہ کو ہنسی بھی آ رہی تھی اور غصہ بھی۔ اُس کے اس رویہ پر کئی جوڑوں نے اُسے گھور کر دیکھا اور رشیدہ جھینپ کر ناچنے والوں کے مجمعے سے نکل گئی۔ انور بدستور اپنی جگہ پر سنجیدگی سے کھڑا اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے غباروں کو دیکھ رہا تھا۔ کئی جوڑے اُسے متحیرانہ انداز میں گھورتے ہوئے اس کے قریب سے گذر گئے اور وہ اس طرح کھڑا تھا جیسے وہ وہاں بالکل تنہا ہو۔ بہتیری رنگین مزاج عورتیں اسے للچائی ہوئی نظروں سے گھور رہی تھیں۔ آج وہ ضرورت سے زیادہ ''انسان'' نظر آ رہا تھا۔ لباس کے معاملے میں آج اس نے خاصی خوش سلیقگی اور نفاست برتی تھی۔ رشیدہ کا خیال تھا کہ وہ اسے آہستہ آہستہ ''انسان'' بنانے میں کامیاب ہو جائے گی۔ آج وہ ہی اسے ضد کر کے یہاں لے آئی تھی اور خود اُسی نے اس کے سیاہ سوٹ کو اپنے ہاتھ سے پریس کیا تھا۔ لیکن اس کی اس حرکت سے وہ بُری طرح جھنجلا گئی تھی اور

اب تو اس کا غصہ اور بھی تیز ہوتا جارہا تھا۔ آخر یہ وہاں کھڑا کیا کر رہا ہے؟ انور اس طرح اپنے اوپر اڑتے غباروں کو گھور رہا تھا جیسے اس کے جیب سے کوئی غبارہ نکل کر اُن میں جاملا ہو اور وہ اب اسے پہچان کر دوبارہ پکڑنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ دفعتاً آرکسٹرا خاموش ہو گیا؟ ہال میں قہقہے گونج اٹھے۔ رقص کرنے والے ایک دوسرے کے بازوؤں میں ہاتھ ڈالے میزوں کی طرف بڑھنے لگے۔

رشیدہ جھنجھلا کر انور کی طرف بڑھی۔

''تم پاگل ہو گئے ہو کیا۔''

''اوں......!'' انور چونک کر بولا۔ ''میں پاگل کب نہیں تھا۔''

''اگر یہ سب حماقتیں کرنی تھیں تو آئے کیوں تھے؟''

''بھلا اس میں حماقت کی کیا بات ہے۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''یہاں سب ہی ایک دوسرے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے آتے ہیں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ سارے ہال والوں کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔''

''اگر متوجہ ہی کرنا تھا تو گدھے کی بولی بولنا شروع کر دیتے۔''

''اور تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں ایسا نہ کروں گا۔'' انور نے سنجیدگی سے کہا اور رشیدہ خوفزدہ ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ لوگ اب بھی اُنہیں گھورے جارہے تھے۔

''خدا کیلئے انسان بنو۔'' رشیدہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔ ''لوگ ہمیں احمق سمجھ رہے ہیں۔''

''تو اس سے ہماری شخصیت پر کیا فرق پڑتا ہے۔''

''ارے تو کیا یہیں کھڑے رہو گے۔'' رشیدہ زچ ہو کر بولی۔

''تو چلو نا......!''

دونوں ایک خالی میز پر بیٹھ گئے۔ رشیدہ خاموش تھی۔ انور نے ایک بیرے کو بلا کر اسے کافی کا آرڈر دیا۔ اُن دونوں کے قریب کی میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ انہیں ابھی تک تحیر آمیز نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کافی آئی۔ انور نے نظر بچا کر رشیدہ کی پیالی میں شکر کی بجائے نمک گھول دیا اور کافی کا ایک گھونٹ لے کر سگریٹ سلگانے لگا۔

رشیدہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ انور کو پھٹکارنے کیلئے مناسب الفاظ تلاش کر رہی ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک انور کو گھورتی رہی پھر اچانک بولی۔

''آدمی بنو آدمی......اس قسم کی حرکتیں سوسائٹی میں پسندیدگی سے نہیں دیکھی جاتیں۔ لوگ ابھی تک ہمیں مضحکہ خیز انداز میں گھور رہے ہیں۔ نہ جانے تم کب......!''

''یہ غبارے کتنے حسین لگ رہے ہیں۔'' انور نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

''تمہارا سر......!'' رشیدہ نے جھلا کر کہا اور کافی کی پیالی اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی لیکن دوسرے ہی لمحے پیالی والا ہاتھ پیالی سمیت جھٹکے کے ساتھ میز پر آ رہا۔ کافی کا گھونٹ ابھی تک اس کے منہ میں تھا اور وہ انور کو گھور رہی تھی جو نہایت سنجیدہ اور انہماک کے ساتھ گیس بھرے غباروں کا جائزہ لے رہا تھا۔

رشیدہ نے بدقت تمام وہ گھونٹ حلق سے اتارا اور بے اختیار ہنس پڑی۔

اس ہنسی میں بیچارگی، جھنجھلاہٹ، لطف اندوزی سبھی کچھ شامل تھا۔ انور چونک کر اس کی طرف مڑا۔

''میں سچ کہتی ہوں انور کسی دن......!''

''تم آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو۔'' انور جھنجھلا کر بولا۔

''خیر! چلو آج گھر چل کر تمہیں اس مکاری کا مزہ چکھاؤں گی۔''

''آخر بات کیا ہے۔''

''تم نے میری پیالی میں نمک......!''

رشیدہ جملہ پورا نہیں کر پائی تھی ایک معمر اور وجیہہ عورت ان کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے سفید ساری پہن رکھی تھی اور گلے میں ایک بیش قیمت ہار تھا۔ کلائیوں میں سونے کی جڑاؤ چوڑیاں تھیں، چہرے پر عجیب قسم کی نرمی تھی جیسے ماتا کی زیادتی کے علاوہ اور کسی دوسری چیز سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ خدوخال سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جوانی میں بے مثال خوبصورتی کی مالک ہوگی۔ عمر کافی ڈھل جانے کے باوجود بھی اس میں جاذبیت موجود تھی۔

''بچو! اگر میں یہاں بیٹھ جاؤں تو......!'' عورت کچھ ہچکچاتی ہوئی بولی۔

''شوق سے شوق......!'' رشیدہ نے خوش اخلاقی سے کہا۔

عورت ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی۔ انور اسے تنقیدی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''میں تم لوگوں میں بہت دیر سے دلچسپی لے رہی ہوں۔'' عورت مسکرا کر بولی۔

لیکن اس کی مسکراہٹ میں تضحیک کا پہلو نہیں تھا۔ لہجے میں بزرگانہ شفقت کے آثار تھے۔

رشیدہ شرمیلے انداز میں مسکرا کر رہ گئی۔ لیکن انور کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک تھی۔

''میرا خیال ہے کہ یہاں اس وقت تمہارے علاوہ اور کوئی کافی نہیں پی رہا ہے۔''

''ہم لوگ شراب نہیں پیتے۔'' رشیدہ بولی۔

''خوب! خوب...... مجھے ایسے بچے پسند ہیں۔'' عورت دبے ہوئے جوش کے ساتھ بولی۔

انور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رشیدہ نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ انور اس وقت کوئی کسیلی کڑوی بات کہے۔ عورت کے لہجے میں چھپا ہوا پیار اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا انور دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

''تمہاری کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔'' عورت نے رشیدہ سے کہا۔ انور اپنی پیالی خالی کر چکا تھا۔

''وہ......وہ...... کچھ نہیں ٹھیک ہے۔'' رشیدہ جھینپی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''اوہ تو میں یقیناً یہاں بیٹھ کر مخل ہوئی۔'' عورت اٹھنے کا ارادہ کرتی ہوئی بولی۔

''نہیں......نہیں...... یہ بات نہیں۔'' رشیدہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔

عورت بیٹھ گئی لیکن وہ انور کی طرف بار بار دیکھ رہی تھی، جو اکتائے ہوئے انداز میں جلدی جلدی سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔

''بات یہ ہے کہ اس کافی میں دو چمچے نمک ہے۔'' رشیدہ مسکرا کر بولی اور انور کی طرف دیکھنے لگی۔

وہ عورت مسکرا کر انور کی طرف مڑی۔ پھر دفعتاً ذرا بلند آواز میں بولی۔ ''محمود! محمود میں ادھر ہوں۔''

رشیدہ نے مڑ کر دیکھا ایک آدمی ایک نوجوان عورت کے ساتھ ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وہ تھا تو جوان ہی لیکن اس کی چڑھی ہوئی گھنی مونچھوں نے اسے قبل از وقت معمر اور سنجیدہ بنا دیا

تھا۔ پیشانی کشادہ اور چمکدار تھی۔ لباس کے رکھ رکھاؤ سے خوش سلیقہ معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے ساتھ والی عورت خدوخال کے تیکھے پن کی وجہ سے مزاج کی چڑچڑی لگ رہی تھی۔ وہ دونوں آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

''میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' عورت بڑی مونچھوں والے کی طرف مخاطب ہو کر بولی۔

''آپ لوگوں کی تعریف......!'' وہ انور اور رشیدہ کی طرف دیکھ کر بولا۔

پھر دفعتاً انور پر نظر پڑتے ہی چونک اٹھا۔ وہ اُسے عجیب نظروں سے گھور رہا تھا۔

''ان لوگوں سے یہیں ملاقات ہوئی ہے۔'' معمر عورت بولی۔

اجنبی انور کو برابر گھورے جا رہا تھا۔ انور کی نگاہیں بھی اس پر جمی ہوئی تھیں۔ اجنبی کے انداز میں تحیر تھا۔ انور اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ اسے پہچانتا ہو لیکن اس کے اظہار میں پہل نہیں کرنا چاہتا۔

''آنکھوں پر یقین نہیں آتا۔'' اجنبی مسکرا کر آہستہ سے بڑبڑایا۔

انور مسکرانے لگا۔ رشیدہ اور وہ دونوں عورتیں انہیں حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔

''تم اتنے باسلیقہ کب سے ہو گئے ہو۔'' اجنبی مسکرا کر بولا۔

''اور تم نے اپنے ہونٹ پر یہ ابابیل کب سے پالی ہے۔'' انور نے پوچھا۔

اجنبی جھینپ کر اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''ارے تو کیا تم ایک دوسرے سے واقف ہو۔'' معمر عورت گرمجوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

''اس طرح جیسے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے۔'' اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ ''میں تین دن سے اس کی تلاش میں ہوں۔''

''تو کیا یہ انور ہیں۔'' معمر عورت متعجبانہ انداز میں بولی۔

''ہاں......!'' اجنبی مسکرا کر بولا۔ ''انور! یہ میری چچی اماں رانی صاحبہ ہری پور ہیں اور یہ میری بیوی شاہدہ۔''

انور ان دونوں سے ہاتھ ملا کر کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

''آخر تم نے بھی شادی کر ہی ڈالی۔'' اجنبی نے انور سے کہا۔

''تم غلط سمجھے...... یہ میری دوست خان بہادر رشیدہ خاں ہیں۔'' انور نے کہا اور رشیدہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''یہ میرے کلاس فیلو محمود علی خاں ہیں۔ ہری پور کے جاگیردار۔''

''رشیدہ......کون رشیدہ۔'' رانی صاحبہ چونک کر بولیں۔ ''کیا وہی جس نے داراب کو قتل کر کے دس ہزار کا انعام حاصل کیا تھا۔''

''جی وہی......!'' انور مسکرا کر بولا۔

''تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' رانی صاحبہ گرم جوشی سے رشیدہ کا ہاتھ دباتی ہوئی بولیں۔ ''لیکن یقین نہیں آتا......تم بہت پیاری بچی ہو! تم نے اسے کس طرح قتل کیا ہوگا۔''

''باقاعدہ مقابلہ کر کے......!'' رشیدہ نے مسکرا کر کہا۔ ''ایک بار ذرا سا چوکا تھا کہ میرے پستول کی گولی نے اس کا بھیجا اڑا دیا۔''

''تم واقعی دلیر لڑکی ہو۔''

انور نے دوبارہ کافی کا آرڈر دیا۔ محمود کی بیوی بدستور خاموش تھی۔ اس دوران میں اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ بھی نہ دکھائی دی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ انور اور رشیدہ کو کمتر سمجھ کر اُن سے اکتا رہی ہو۔ کافی آئی لیکن اس نے اپنی پیالی الٹ کر رکھ دی۔ محمود کے چہرے پر غبار سا چھا گیا۔ شاید اسے اپنی بیوی کی یہ حرکت ناگوار گذری تھی۔

''یہ کافی نہیں پیتیں۔'' محمود نے ندامت آمیز لہجے میں کہا اور اس کی بیوی ہونٹ سکوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''بہت اچھا کرتی ہیں۔'' انور نے لاپروائی سے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

''تم میں واقعی حیرت انگیز تبدیلی ہوئی ہے۔'' محمود نے انور سے کہا اور پھر رانی صاحبہ کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ ''میرا اور ان کا لباس کا مقابلہ رہتا تھا۔ مگر یہ ظالم قیمتی سے قیمتی سوٹ اتنے بے ڈھنگے پن سے استعمال کرتا تھا کہ کلیجہ خون ہو جاتا۔ شرارتوں کی دھوم سارے کالج میں تھی۔''

''اور اس وقت بھی ایک شرارت ہی کی بناء پر مجھے ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔'' رانی صاحبہ ہنس کر بولیں اور پھر انہوں نے پورا واقعہ دہرا دیا۔ محمود بے ساختہ ہنسنے لگا لیکن اس کی بیوی

بدستور منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

''میں دراصل ایک مسئلہ پر غور کرنے لگا تھا'' انور سنجیدگی سے بولا۔''میں یہ سوچ رہا تھا کہ آدمی اب سے ہزاروں سال پہلے ہی اچھا تھا۔ جب وہ ڈھولکوں کی تھاپ پر اچھل کود کر اُسے ناچ کہتا تھا۔ اس طرح کم از کم اُسکے جسم میں توانائی ہی آتی تھی۔ بھلا آج کے مہذب ناچ میں کیا رکھا ہے۔ آرکسٹرا کی روں روں اور گھوں گھوں کے ساتھ کیڑوں کی طرح رینگ رہے ہیں۔''

''یار تمہاری اس الٹی کھوپڑی نے تمہیں تباہ کیا ہے۔'' محمود متاسفانہ لہجے میں بولا۔''ورنہ اتنی بڑی جائیداد......!''

''محمود پلیز......!'' انور احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولا۔''میں پرانی باتیں سننا پسند نہیں کرتا۔''

''خیر......خیر......'' محمود سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔''اور سناؤ کیسی گذر رہی ہے۔''

''تم مجھے تلاش کیوں کر رہے تھے۔'' انور نے پوچھا۔

''بھئی ایک بہت ہی اہم معاملہ ہے۔'' محمود نے کہا اور رانی صاحبہ کی طرف دیکھنے لگا۔

''میں اب بھی یہی کہتی ہوں کہ یہ کسی آدمی کے بس کا روگ نہیں۔'' رانی صاحبہ متفکرانہ انداز میں بولیں۔

''ہم لوگ بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔'' محمود رانی صاحبہ کا جملہ نظر انداز کر کے انور سے بولا۔''ایک خوفناک پرندہ ہری پور والوں کی پریشانیوں کا باعث بنا ہوا ہے۔''

''پرندہ......!'' انور ہنس کر بولا۔''تم کیا مجھے چڑے مار تصور کرتے ہو۔''

''مذاق نہیں انور یہ بہت اہم معاملہ ہے۔'' محمود نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ انور خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

''اُسے آتشی پرندہ کہنا چاہئے۔'' محمود آہستہ سے بولا۔''ایک ایسا پرندہ جس کے پروں سے آگ نکلتی رہتی ہے۔ اڑان کے انداز سے کبوتر معلوم ہوتا ہے۔'' انور بے تحاشہ ہنسنے لگا۔ رشیدہ بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

''یار محمود تم ابھی تک ویسے ہی ہو۔ تمہاری شاندار غپیں اکثر یاد آیا کرتی ہیں۔'' انور ہنس کر بولا۔ محمود جھنجھلا کر اُسے گھورنے لگا۔

"یہ حقیقت ہے۔" رانی صاحبہ سنجیدگی سے بولیں۔ "لیکن محمود کا یہ خیال غلط ہے کہ تم اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکو گے۔"

انور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"لیکن قصبے والے پریشان کیوں ہیں۔" انور نے کہا۔ اُس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"جس عمارت پر وہ اترتا ہے اس میں آگ لگ جاتی ہے۔" محمود نے کہنا شروع کیا۔ "اب تک کتنی پختہ عمارتوں اور متعدد جھونپڑوں میں آگ لگ چکی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کوئی بھوت ہے، جو قصبے والوں کے پیچھے پڑ گیا ہے لیکن میں اسے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔"

"کیوں؟ یقین نہ کرنے کی وجہ؟" انور نے پوچھا۔

"میں ان چیزوں کا قائل نہیں۔" محمود نے کہا۔

"تم نے اپنی آنکھوں سے اس پرندے کو دیکھا ہے۔"

"ہاں......دوبار......!"

"اور پھر بھی تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ کوئی خبیث روح نہیں ہے۔" انور نے پوچھا۔

"قطعی......!"

"آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔" انور رانی صاحبہ کی طرف مڑا۔

"میں یقیناً اُسے کوئی خبیث روح سمجھتی ہوں اس کے علاوہ اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔ میں نے آج تک کسی آتشی پرندے کے متعلق نہیں سنا اور پھر ایک پتھر کا مقبرہ بھی جلتا ہوا دیکھا گیا جس میں لکڑی یا کسی جلنے والی چیز کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ خالص پتھر کا مقبرہ۔" رانی صاحبہ خاموش ہو کر انور کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھنے لگیں۔

"تو کیا وہ پرندہ روز دکھائی دیتا ہے۔" انور نے پوچھا۔

"نہیں......دوسرے تیسرے دن۔"

"اور کب سے نظر آنے لگا ہے۔"

"تقریباً پندرہ یا بیس یوم سے۔"

"آتشزدگی کے علاوہ کوئی اور حادثہ۔" انور نے پوچھا۔

''ابھی تک تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوا۔''

''کبھی کسی نے اس پرندے کا تعاقب بھی کیا ہے۔''

''نہیں! کسی کی ہمت ہی نہیں پڑتی۔'' رانی صاحبہ بولیں۔ ''محمود نے کئی بار کوشش کی لیکن میں نے ایسا نہیں کرنے دیا۔''

''کیا وہ ہمیشہ ایک ہی سمت سے نمودار ہوتا ہے۔''

''لوگ یہی کہتے ہیں۔'' محمود بولا۔ ''وہ جنگل کی طرف سے آتا ہے۔ تم شائد ہری پور کبھی نہیں گئے۔ قصبے کے مشرقی کنارے سے کچھ دور ہٹ کر جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یہ سلسلے کچھ عرصے کے بعد سے ناقابل عبور ہو گئے ہیں۔ میلوں تک کروندے کی کانٹے دار جھاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں پار کرنا ناممکن ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ منحوس پرندہ اسی طرف سے آتا ہے۔ ایک بار میں نے سوچا تھا کہ اس پر فائر کروں مگر چچی اماں نے سختی سے روک دیا۔''

انور کچھ سوچنے لگا۔ بقیہ لوگ اُسے گھور رہے تھے۔

''اور اس چڑیل کو کیوں بھول گئے۔'' محمود کی بیوی شاہدہ تیوری چڑھا کر بولی۔

محمود چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کے انداز میں بیچارگی تھی۔ احتجاج تھا۔

رانی صاحبہ موقعے کی نزاکت کا احساس کر کے فوراً بولیں۔

''بہو رانی کا خیال کچھ اور ہے۔ ہری پور میں ایک دیوانی لڑکی بھی لوگوں کے خوف کی وجہ بنی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر کسی جن کا سایہ ہے اور وہی اس تباہی کی ذمہ دار ہے، جیسے ہی پرندہ دکھائی دیتا ہے اس لڑکی کی ڈراؤنی چیخیں اور دل ہلا دینے والے قہقہے سارے قصبے میں گونجنے لگتے ہیں۔''

''میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔'' محمود نے آہستہ سے کہا۔

''آپ کیوں تسلیم کرنے لگے۔'' شاہدہ زہر خند کے ساتھ بولی۔

محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے چہرے پر اداسی سی پھیل گئی اور کوئی چھپا ہوا غم اُس کی آنکھوں میں کروٹیں لینے لگا۔

''وہ لڑکی کون ہے؟'' انور نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

''ایک ڈاکٹر کی بہن ہے۔''

''ڈاکٹر کیسا آدمی ہے۔''

''اگر میں اُسے فرشتہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔'' رانی صاحبہ بولیں۔ ''اس نے اپنی زندگی خدمت خلق کے لئے وقف کردی ہے۔ آج سے دو سال قبل وہ ہری پور میں آیا تھا۔ اس عرصے میں اس نے اپنی خدمات کی وجہ سے لوگوں کے دل جیت لئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس کی دیوانی بہن سارے قصبے میں اودھم مچاتی پھرتی ہے کوئی کسی قسم کا اعتراض نہیں کرتا۔''

''کیا وہ ہری پور میں پاگل ہوئی ہے یا اس سے پہلے سے تھی۔''

''ڈاکٹر کا بیان ہے کہ وہ بچپن ہی سے ایسی ہے۔''

''لیکن تعجب ہے کہ ڈاکٹر اسے اس طرح آزادانہ پھرنے دیتا ہے۔'' انور نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

''وہ تو اُسے بعض اوقات باندھ کر رکھتا ہے لیکن وہ کسی نہ کسی طرح نکل جاتی ہے۔''

''ڈاکٹر کے خاندان کے دوسرے لوگ بھی وہیں ہری پور ہی میں رہتے ہیں۔'' انور نے پوچھا۔

''نہیں......صرف وہ اور اس کی بہن۔ دو تین نوکر۔'' رانی صاحبہ نے کہا۔

''وہ ملٹری میں ڈاکٹر تھا۔ کسی وجہ سے اس نے ملازمت چھوڑ دی۔ اکثر ہری پور میں بھی فوج کے آفیسر اس کے پاس آتے رہے ہیں۔''

''اس کی مالی حالت کیسی ہے۔'' انور نے پوچھا۔

''کافی مالدار آدمی ہے۔'' رانی صاحبہ نے کہا۔ ''ہری پور کے مضافات میں اس نے کچھ جائیداد بھی خریدی ہے۔''

انور کچھ سوچنے لگا۔

''تو اب تم چاہتے کیا ہو۔'' اُس نے محمود سے پوچھا۔

''ہمارے ساتھ ہری پور چلو۔''

''معاملہ ہے تو دلچسپ۔'' انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اچھا خیر میں کوشش کروں گا۔''

''کوشش نہیں۔'' محمود نے کہا۔ ''تمہیں چلنا پڑے گا۔''

''چلونا......!'' رشیدہ ٹھنک کر بولی۔ ''میں تھوڑی تفریح چاہتی ہوں۔''

''اچھا تو کیا تم بھی چلو گی۔'' انور بولا۔ ''مگر تمہیں کسی نے نہیں مدعو کیا۔''

''ارے بھئی شوق سے......شوق سے...... مجھے بڑی خوشی ہوگی۔'' محمود جلدی سے بولا۔

شاہدہ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ رشیدہ نے شاید اس کے خیالات بھانپ لئے تھے۔ لہٰذا وہ جلدی سے بولی۔

''ارے بھلا میں کہاں جاسکتی ہوں۔''

''کیوں......؟'' رانی صاحبہ نے پوچھا۔

''یونہی! میں آج کل بہت مصروف ہوں۔''

''تمہیں تو چلنا ہی پڑے گا۔ تم بہت پیاری بچی ہو۔'' رانی صاحبہ نے کہا۔

''نہ جانے کیوں میرا دل چاہا تھا کہ تم سے جان پہچان پیدا کروں۔ ویسے یہاں اور بھی میزیں خالی ہیں۔''

''خیر میں پرسوں ہری پور پہنچ جاؤں گا۔'' انور نے کہا۔

''اور تنہا نہیں آؤ گے۔'' رانی صاحبہ مسکرا کر بولیں۔

''رشو کی ذمہ داری میں نہیں لے سکتا۔ بعض اوقات یہ اس لڑکی سے بھی زیادہ پاگل ہو جاتی ہے، جس کا تذکرہ ابھی آپ لوگوں نے کیا تھا۔''

رشیدہ نے انور کو گھور کر دیکھا اور انور سگریٹ سلگانے لگا۔

''نہیں تم انہیں ضرور لاؤ گے۔'' رانی صاحبہ نے کہا۔

''تمہاری مونچھیں بہت خوفناک ہیں۔'' انور نے محمود سے کہا۔

''مضحکہ اڑانا شروع کر دیا تم نے۔'' محمود مسکرا کر بولا۔

''لیکن ان حالات میں ان کا وجود غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔''

محمود پہلے تو کچھ نہیں سمجھا لیکن انور کی نگاہیں اپنی بیوی کی طرف اٹھی دیکھ کر وہ اس کے طنزیہ ریمارک کی تہہ تک پہنچ گیا۔

''خیر تو پرسوں تم ہری پور پہنچ رہے ہو۔'' محمود گلا صاف کرتا ہوا بولا۔

''ہاں......آں......!'' انور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ محمود زیادہ تر کالج کی پچھلی زندگی کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

پراسرار لڑکی

دو دن بعد انور اور رشیدہ ٹرین پر بیٹھے ہوئے احمد نگر کی طرف جا رہے تھے۔ احمد نگر ایک چھوٹا سا ریلوے اسٹیشن تھا جہاں سے ہری پور کا فاصلہ آٹھ میل تھا۔ اسٹیشن سے قصبے تک ایک پختہ سڑک تھی جو قصبے والوں نے اپنی ضروریات کے لئے بنوائی تھی۔ رانی صاحبہ ہری پور کی ایک ترقی پسند عورت تھی۔ اس سڑک کی تعمیر میں ان کا سب سے بڑا حصہ تھا۔ کچھ اس ایک سڑک ہی پر منحصر نہیں، قصبے والوں کے آرام و آسائش کے لئے انہوں نے بہت کچھ کیا تھا۔ قصبے میں متعدد جگہ بورنگ پائپ لگوائے تھے۔ ایک شفا خانہ اپنے خرچ سے تعمیر کرایا تھا۔ بچوں کے لئے چھوٹے چھوٹے کئی سکول قائم کئے تھے جہاں جدید طریقہ تعلیم رائج تھا۔ قصبے میں ایک ہائر سکنڈری سکول بھی تھا لیکن اس کا تعلق براہِ راست حکومت کے محکمہ تعلیم سے تھا۔ ویسے یہ سکول بھی رانی صاحبہ کی کوششوں سے قائم ہوا تھا اور وہ اس کی انتظامیہ کمیٹی کی صدر تھیں۔ بہرحال انہوں نے اس بات کی حتی الامکان کوشش کی تھی کہ ہری پور ایک ترقی یافتہ قصبہ سمجھا جائے۔ احمد نگر کے اسٹیشن پر محمود کار لئے موجود تھا جیسے ہی ٹرین رکی محمود کے ملازمین انور کے سامان پر ٹوٹ پڑے۔

''میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں تم اپنی پرانی عادت کے مطابق بھول نہ جاؤ۔'' محمود نے اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''تم خواہ مخواہ ڈر رہے تھے۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''ہم ایک ماہ کی چھٹی لے کر آئے ہیں اور چھٹی ختم کئے بغیر یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔''

''بھئی خدا کی قسم تم نے یہ کہہ کر مجھ میں نئی زندگی ڈال دی ہے۔'' محمود اُسکا ہاتھ دباتا ہوا بولا۔

''اسی لئے تو میں نے ایک ماہ کی چھٹی لی ہے تا کہ تم کم از کم ایک ماہ تک تو سکون کی زندگی بسر کر سکو۔'' انور ہنس کر بولا۔

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔''

''ظاہر ہے کہ مہمانوں کی موجودگی میں تم پر عتاب نازل ہونے کے امکانات کم ہو جائیں گے۔

محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اُس کے چہرے پر اضمحلال پھیل گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ان کی کار ہری پور کی طرف جا رہی تھی۔

''تو تمہاری ازدواجی زندگی ناکام رہی۔'' انور تھوڑی دیر بعد بولا۔

محمود اس کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ اس تذکرے سے پہلو تہی کرنا چاہتا ہو۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔'' وہ تھوڑی دیر بعد گلا صاف کرتا ہوا بولا ''شادی ایک قسم کا جوا ہے......اندھی چال۔''

''مجھے خوشی ہے کہ میں جواری نہیں ہوں۔'' انور سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

''لیکن عورت بہر حال ضروری ہے۔'' محمود پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ''چاہے وہ بیوی ہو چاہے دوست۔''

رشیدہ نہ جانے کیوں خود بخود مسکرانے لگی۔

''جب رشو نہیں تھی تب بھی میں مطمئن تھا۔''

''لیکن آدمی نہیں تھے۔'' محمود نے سنجیدگی سے کہا اور رشیدہ فخریہ انداز میں کار کے باہر دیکھنے لگی۔

''جسے تم آدمی سمجھتے ہو وہ آدمی تو میں اب بھی نہیں ہوں۔'' انور مسکرا کر بولا۔

''تو تم اب بھی مشین ہو۔'' محمود ہنس کر بولا۔ ''میں سمجھا تھا شائد اس عرصے میں نظریات تبدیل کر دیئے ہوں گے۔''

''یہ نظریہ نہیں بلکہ میرا ایمان ہے۔'' انور جلے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑے سے سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

رشیدہ اس گفتگو سے اکتا رہی تھی۔ اُسے خوف ہوا کہ کہیں یہ دونوں کسی فلسفہ میں نہ اُلجھ

جائیں اس لئے کہ قبل اس کے کہ محمود کوئی جواب دیتا وہ اس سے پوچھ بیٹھی۔

''کیا یہ سارا علاقہ ہری پور سے تعلق رکھتا ہے۔''

''جی ہاں......!'' محمود نے کہا۔ ''احمد نگر تو صرف ریلوے اسٹیشن کا نام ہے، ورنہ ادھر کا سارا علاقہ ہری پوری کا زرعی علاقہ ہے۔''

''مجھے دیہات کی زندگی بہت پسند ہے۔''

''محض اس لئے کہ آپ شہر میں رہتی ہیں۔'' محمود ہنس کر بولا۔ ''اگر آپ خدانخواستہ کسی دیہات سے متعلق ہوتیں تو کبھی ایسا نہ کہتیں۔''

''اُن تاڑ کے درختوں میں وہ تالاب کتنا حسین لگ رہا ہے۔'' رشیدہ ایک طرف انگلی اٹھاتی ہوئی بولی۔

''اس سے بھی اچھا لگ رہا ہے رشو......!'' انور مسکرا کر بولا۔ ''اب ہم بقول تمہارے کوئی خشک بحث نہ چھیڑیں گے ورنہ تم کسی جگالی کرتی ہوئی بھینس کی طرف انگلی اٹھا کر کہو گی......وہ دیکھو ملکہ صحرا پان چبا رہی ہے...... کسی بندر کی طرف اشارہ کر کے کہو گی وہ دیکھو راجکپور آوارہ ہو گیا...... کسی گیدڑ......!''

محمود بے اختیار ہنس پڑا اور رشیدہ جھلا کر انور کو گھورنے لگی۔

''میں سچ کہتا ہوں کہ یہ آدمی نہیں ہے۔'' محمود نے کہا۔

''بنتے ہیں۔'' رشیدہ منہ سکوڑ کر بولی۔ ''اپنے کو عام آدمیوں سے الگ تھلگ ظاہر کرنے کا خبط ہو گیا ہے۔''

''دیکھو یہ فرق ہوتا ہے بیوی اور دوست میں۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''رشو کتنی آزادی سے میرے متعلق اظہار خیال کر رہی ہے۔''

''اچھا بس چپ رہو۔'' رشیدہ بگڑ کر بولی۔

''چپ ہو گیا۔'' انور نے کہا اور محمود کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا۔ محمود ان کی لڑائی میں کافی دلچسپی لے رہا تھا۔

''اگر تمہاری بیوی تمہیں کسی اجنبی کے سامنے ڈانٹ دیتی۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''تو تمہاری

کیا عزت ہوتی؟ نہ تو تم اسے کچھ کہہ سکتے اور نہ برداشت ہی کر سکتے۔ محض اس لئے کہ آج کا آدمی قدامت اور نئی تہذیب کی درمیانی دلدل میں بُری طرح پھنسا ہوا ہے۔ ایک طرف تو اُسے آج کی مساوات کھینچتی ہے اور دوسری طرف صدیوں پرانا ضمیر، جو عورت کی محکومیت کا عادی ہو چکا ہے۔ ذہن کے چور دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے۔ نتیجہ قہر درویش بر جانِ درویش۔ تپ دق میں مبتلا ہو جائے نہ آپ صحیح معنوں میں مساوات برت سکتے ہیں اور نہ کھلم کھلا عورت پر اپنی حاکمیت جتا سکتے ہیں۔ بس گھٹتے رہئے۔ اس کے برخلاف اگر عورت بیوی کے بجائے دوست ہے تو اس قسم کی الجھنیں پیدا ہی نہیں ہونے پاتیں۔ یقین کرو میں اور رشیدہ ایک دوسرے کی پٹائی تک کر بیٹھتے ہیں لیکن ہمارے تعلقات ناخوشگوار نہیں ہوتے۔"

"پھر تم نے فضول بکواس شروع کی۔" رشیدہ جھلا کر بولی۔

"ارر...... لاحول...... لا...... اچھا محمود اب بس۔" انور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتا ہوا بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر محمود بولا۔

"میں تم سے بالکل متفق ہوں۔ سچ مچ آج کی ازدواجی زندگی بہت بھیانک ہے اور تم نے اس کی جو وجہ بتائی ہے اُسے میں درست سمجھتا ہوں۔ یہی الجھاوا مجھے خاموش رکھتا ہے اور میں سارے خاندان میں رن مرید مشہور ہو گیا ہوں اور مجھے رن مرید کہنے والے جاہل نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔"

"تعلیم یافتہ" انور ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "یہ سب جاہل ہیں، انہیں میں کتوں اور سُوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ ان میں کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ نہ یہ خود کو پہچان سکتے ہیں اور نہ دوسروں کو۔"

محمود خاموشی سے سگریٹ پیتا رہا۔

"اور میرا خیال ہے کہ تم بھی انہیں لوگوں کی صف میں آتے ہو۔" رشیدہ بولی۔

"میں تمہارے خیال کی قدر کرتا ہوں۔" انور مسکرا کر بولا۔ "اور آئندہ بھی کرنے کی کوشش کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد کار قصبے میں داخل ہو رہی تھی۔

یہاں چاروں طرف بڑی بڑی نئی اور پرانی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ راستوں اور گلیوں میں گندگی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ محمود کا مکان جو قصبے کے مغربی کنارے پر واقع تھا قصبے میں ''حویلی'' کے نام سے مشہور تھا۔ یہ حویلی تین یا چار مربع فرلانگ میں پھیلی ہوئی تھی۔ درمیان میں قدیم وضع کی ایک شاندار عمارت تھی اور چاروں طرف قد آدم چہار دیواری تھی، جو مختلف قسم کے باغوں کے گرد احاطہ کئے ہوئے تھی۔

احاطے میں کار داخل ہوتے ہی کئی نوکر اٹھ کر کار کی طرف دوڑے۔

''ذرا ان کی حماقت اور فرمانبرداری دیکھو۔'' محمود مسکرا کر بولا۔ ''ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اگر یہ اس طرح دوڑیں گے نہیں تو ہم بُرا مان کر واپس چلے جائیں گے۔''

''تم جاگیرداروں کی عجیب حالت ہے۔ ایک طرف تو تم یہ چاہتے ہو کہ یہ تمہارے مقابلے میں احساس کمتری میں مبتلا رہیں اور دوسری طرف ان کا احساس کمتری مضحکہ خیز بھی معلوم ہوتا ہے۔''

''یار تم تو بات بات پر تنقید کرنے لگتے ہو۔''

نوکروں نے کار کے ساتھ ساتھ دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ کار ایک بہت ہی طویل وعریض برآمدے کے سامنے جا کر رکی۔ رانی صاحبہ برآمدے ہی میں موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ رشیدہ کو اندر لے گئیں۔

اُسی دن شام کو رشیدہ محمود اور انور پائیں باغ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ محمود کی بیوی کسی بات پر جھنجلا کر اُن کے پاس سے اٹھ گئی تھی اور انور اس پر محمود کا مضحکہ اڑا رہا تھا۔

''یار مجھے تو دماغ کا ایک آدھ اسکریو ڈھیلا معلوم ہوتا ہے۔''

''تم سچ کہتے ہو۔ میں پاگلوں میں گھرا ہوا ہوں۔'' محمود نے کہا۔

''اچھا اب ختم بھی کرو یہ قصہ۔'' رشیدہ انور کو گھور کر بولی۔

''صحیح معنوں میں رشیدہ صاحبہ کو مجھ سے ہمدردی ہے۔'' محمود نے کہا۔ ''وہ سمجھتی ہیں کہ یہ میرا ایک کمزور پوائنٹ ہے اور میں اس پر تبصرہ نہیں چاہتا۔''

''خیر ...... گھبراؤ نہیں۔ مجھے اس چڑچڑے پن کی گہرائیوں میں کچھ نظر آ رہا ہے۔'' انور نے کہا۔

''کیا مطلب......؟'' محمود چونک کر بولا۔

''تمہاری کوئی غلطی یا شاہدہ کی غلط فہمی۔'' انور اُسے معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

محمود کے ہونٹوں پر بے جان سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انور نے محسوس کیا کہ وہ کسی فوری جذبے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہے؟ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ دراصل انور یہاں آ کر کچھ مضمحل سا ہو گیا تھا۔ یہاں کی پُرسکون فضا اس کے ہنگامہ پسند مزاج کے لئے سازگار نہ تھی۔ ہر لحظہ زندگی میں ایک نئی تبدیلی کی توقع رکھنے والے ماحول کی یکسانیت کو پسند نہیں کرتے۔ وہ یہاں کبھی نہ آتا لیکن تجسس پسند طبیعت کھینچ ہی لائی۔ وہ بے چینی سے اندھیرا پھیلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

''ہاں بھئی،......!'' وہ تھوڑی دیر بعد محمود کو مخاطب کر کے بولا۔ ''کیا تم مجھے وہ جگہ بتا سکتے ہو جہاں سے وہ تمہارا آتشی پرندہ آتا ہے۔''

''اگر جگہ معلوم ہوتی تو تمہیں کیوں تکلیف دیتا۔''

''میرا مطلب سمت سے ہے۔ تم نے جنگلوں کے کسی سلسلے کا تذکرہ کیا تھا۔ کیوں نہ ہم لوگ ادھر ہی چلیں......'' انور نے کہا۔

''اس وقت......کمال کر دیا۔ ارے تھوڑی دیر بعد رات ہو جائے گی؟ اور رات کو اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں۔''

''اچھا تو کیا پھر تم نے محض اُس پرندے کی زیارت کے لئے یہاں بلایا تھا۔'' انور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ بات نہیں! ابھی پچھلے ہی ہفتے اس طرف قتل کی ایک واردات ہو چکی ہے۔''

''قتل......!'' انور دلچسپی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ ''کس کا قتل۔''

''مقتول یہاں کا باشندہ نہیں تھا۔''

''یعنی یہاں اس قصبے میں کوئی اُسے پہچان نہ سکا؟''

''ہاں......!''

''معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔'' انور نے پوچھا۔

''جب اُسے کوئی جانتا ہی نہیں تھا تو حیثیت کے متعلق کیا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔''

''تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔'' انور سگریٹ کی راکھ جھاڑتا ہوا بولا۔ ''پوچھنا یہ ہے کہ وہ تمہاری طرح مہذب تھا یا تمہارے نوکروں کی طرح گنوار۔''

''میں نے اس کی لاش نہیں دیکھی تھی۔''

''ارے بھئی کچھ سنا تو ہوگا۔ اُس کا لباس کیسا تھا؟''

''چونکا دینے والا۔'' محمود مسکرا کر بولا۔

''یعنی......!''

''وہ بالکل ننگا تھا......!''

''میں سنجیدگی چاہتا ہوں......!'' انور تلخ لہجے میں بولا۔

''جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حقیقت ہے۔''

''پولیس کس نتیجے پر پہنچی۔''

''ابھی تک تو کسی نتیجے پر نہیں۔''

انور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دفعتاً چونک پڑا۔ ابھی ابھی اس نے کچھ سنا تھا۔ اُس نے معنی خیز انداز میں محمود کی طرف دیکھا اور پھر پھاٹک کے قریب ایک نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ وحشیانہ قہقہہ۔ ایسا قہقہہ جس میں مسرت کے بجائے خوفناک قسم کا کھوکھلا پن تھا۔ ایسا قہقہہ جس میں کسی قسم کی تحریک کا شائبہ بھی نہ تھا۔

انور پھاٹک کی طرف مڑا۔ چوکیدار نے پھاٹک بند کر دیا تھا۔ ایک لڑکی سلاخیں تھامے پھاٹک کو جھنجھوڑ رہی تھی۔ اُس نے دھانی رنگ کے ساٹن کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ انگارہ ہو رہا تھا اور بڑی بڑی آنکھیں اندھیری رات کے ستاروں کی طرح روشن تھیں۔ اس نے پھر قہقہہ لگایا۔ انور محمود کی طرف مڑا۔

''یہ وہی ہے۔'' محمود آہستہ سے بولا۔ اُس کے چہرے پر زردی چھا گئی۔

''کون......وہی پاگل لڑکی۔ جس کا تم نے تذکرہ کیا تھا۔''

محمود نے سر ہلا دیا۔

''چوکیدار کو کہو پھاٹک کھول دے۔'' انور نے کہا۔

''نہیں......!''

''کیوں......!'' انور اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''اگر اس کی جان لینا چاہتے ہو تو ضرور کھلوادو۔''

''کیوں......!''

''اگر شاہدہ کو خبر ہوگئی تو وہ اسے شکاری کتوں سے نچوا ڈالے گی۔''

''کیوں......!''

''وہ کہتی ہے کہ جس دن اس نے ہمارے کمپاؤنڈ میں قدم رکھا میں اُس پر شکاری کتے چھوڑ دوں گی۔''

''اس کی وجہ۔''

''بھئی وجہ میں کیا جانوں۔'' محمود اکتا کر بولا۔

''انور اٹھ کر پھاٹک کی طرف بڑھا۔ اُس کے اٹھتے ہی رشیدہ بھی اس طرح اٹھی جیسے وہ بھی انور ہی کے جسم کا ایک حصہ ہو۔ انور پھاٹک کے قریب پہنچ چکا تھا۔ لڑکی کو قریب سے دیکھتے ہی وہ مبہوت ہوگیا۔ اس کی وحشت زدہ آنکھوں میں بلا کی کشش تھی اور ہونٹوں پر ایک بیباک مسکراہٹ چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ رشیدہ انور کے پیچھے کھڑی اُسے گھور رہی تھی۔

''تم کیا چاہتی ہو۔'' انور نے پوچھا۔

''تمہارا سر......! تمہارے سنہری بال اپنی مٹھی میں جکڑ کر تمہاری گردن اتار لوں گی اور پھر راستے بھر تمہارے کٹے ہوئے سر سے خون کے قطرے ٹپکتے جائیں گے۔ میں جگد مبے کی بیٹی ہوں۔ میرے گلے میں کھوپڑیوں کی مالا ہے۔''

''تم بہت خوبصورت ہو۔'' انور آہستہ سے بولا۔

''تم بھی خوبصورت ہو۔'' وہ قہقہہ لگا کر بولی۔ ''خوبصورت مردوں کا خون بہت لذیذ ہوتا ہے۔ اس بڑی مونچھوں والے کو بھی یہاں بلاؤ۔ میں اس کے گالوں کا گوشت چباؤں گی۔''

انور نے مڑ کر دیکھا محمود اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا تھا۔

''ہٹاؤ بھی کیوں پاگل کے منہ لگتے ہو۔'' رشیدہ آہستہ سے بولی۔

''اخاہ یہ کون رنگیلی ہے۔'' لڑکی رشیدہ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ ''اس کی رگوں میں خون کی بجائے شہد معلوم ہوتا ہے۔ جاؤ اسے کھا جاؤ۔ اسکی بوٹیاں نوچ کر ہولے ہولے چباؤ۔''

''لیکن میں تو تمہاری بوٹیاں چبانا چاہتا ہوں۔'' انور سنجیدگی سے بولا۔

''ادھر ہٹو......!'' رشیدہ نے انور کا بازو پکڑ کر اُسے پیچھے دھکیل دیا اور خود لڑکی سے بولی۔

''جاؤ...... بھاگ جاؤ...... نہیں تو حویلی والے تمہارے پیچھے شکاری کتے چھوڑ دیں گے۔''

لڑکی نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا اور بولی۔ ''تو کیا میں اس بڑی مونچھوں والے سے ڈرتی ہوں۔ وہ میرے پیر چاٹتا ہے اور میں کسی دن حویلی کو الٹ دوں گی۔ میں خود ایک شکاری کتیا ہوں۔ تمہاری گردن میں اپنے نوکیلے دانت چبھو کر خون چوس سکتی ہوں۔''

''بھاگ جاؤ...... بھاگ جاؤ...... میں سچ کہتی ہوں شکاری کتے تمہیں نوچ ڈالیں گے۔''

''میں اس سے نہیں ڈرتی۔'' لڑکی سنجیدگی سے بولی۔ ''میں تو چاہتی ہوں کہ میرے جسم کے پرخچے اڑ جائیں۔ خون کے فوارے اڑیں جب میں اپنی زخمی ہونٹوں پر زبان پھیروں تو نمکین خون...... نمکین خون۔'' وہ اس طرح اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی جیسے سچ مچ اس کے ہونٹوں میں خون ہو۔

دفعتاً اندر سے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ رشیدہ نے پلٹ کر دیکھا۔ محمود کی بیوی شاہدہ تین خطرناک کتوں کی زنجیریں تھامے برآمدے سے اتر رہی تھی۔

''انور خدا کے لئے اسے بھگا دو......!'' محمود چیخا۔

شاہدہ آہستہ آہستہ پھاٹک کی طرف آ رہی تھی۔

''وہ دیکھو......! وہ رہے کتے۔ جلدی بھاگو۔'' رشیدہ نے سلاخوں سے باہر ہاتھ نکال کر اُسے دھکیلتے ہوئے کہا۔

''یہ حویلی الٹ جائے گی۔'' لڑکی چیخ کر بولی۔ ''میں نہیں جاؤں گی۔ میں ان کتوں کو کھا جاؤں گی۔''

انور پھاٹک کی طرف جھپٹا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ پھاٹک کے باہر تھا۔ چوکیدار نے پھر پھاٹک بند کر دیا۔ انور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ایک طرف دوڑنے لگا۔ لڑکی پہلے تو لڑکھڑائی

پھر وہ بھی کوئی تعرض کئے بغیر اس کے ساتھ دوڑنے لگی۔

ادھر محمود اپنی بیوی سے الجھ پڑا۔

''کیا تم بھی پاگل ہوگئی ہو۔''

''میں اپنے معاملات میں دخل اندازی پسند نہیں کرتی۔'' شاہدہ نے تلخی سے کہا۔

''لوگ کیا کہیں گے۔'' محمود بے بسی سے بولا۔

''مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔''

''مگر......وہ اندر کب آئی تھی۔''

''خیر کبھی تو ہاتھ لگے گی۔'' وہ کتوں کو لے کر حویلی کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

''آخر کیوں؟'' محمود بیساختہ بولا۔

شاہدہ قہر آلود انداز میں پلٹی اور شعلہ باز نگاہوں سے محمود کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر کتوں کی زنجیریں کھینچتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

آتشی پرندہ

انور لڑکی کا ہاتھ تھامے قصبے کے ویران حصے میں دوڑ رہا تھا۔

''ٹھہرو......ٹھہرو......سُوّر کے بچے اب مجھ سے نہیں دوڑا جاتا۔'' وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

انور نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ ایک کھیت میں گر پڑی۔

''اگر میں اس وقت نہ ہوتا تو شکاری کتے تمہارا خاتمہ کر دیتے۔'' انور کھیت کی مینڈھ پر بیٹھتا ہوا بولا۔

لڑکی بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''تم کسی شکاری کتے سے کم ہو۔'' لڑکی قہقہہ لگا کر بولی۔ ''کیا تم مجھے نہیں نوچو گے۔''

''فی الحال تو ارادہ نہیں ہے۔'' انور سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔

''ایک سگریٹ مجھے بھی دو۔'' لڑکی نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

''کہیں اپنے کپڑوں میں آگ نہ لگالینا۔''

''کیا مجھے پاگل سمجھتے ہو۔''

''نہیں قطعی نہیں۔'' انور اُس کی طرف سگریٹ کیس بڑھاتا ہوا بولا۔

لڑکی نے سگریٹ لے کر سلگایا اور پہلے ہی کش میں بُری طرح کھانسنے لگی۔

''تم بہت اچھے آدمی ہو۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''یہاں کے لوگ بہت بُرے ہیں۔ کوئی مجھ سے بات تک نہیں کرتا۔ عورتیں مجھے گھروں میں گھسنے نہیں دیتیں۔ بچے مجھ سے ڈرتے ہیں۔ میرا بھائی بہت ظالم ہے وہ مجھے زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے۔''

''چہ چہ......!'' انور ہمدردانہ انداز میں بولا۔ ''واقعی بہت بُری بات ہے۔''

''میں کسی دن سب کو تباہ کر دوں گی۔''

''ضرور......ضرور......لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ بہروپ کیوں بھرا ہے۔''

''بہروپ......کیسا بہروپ......ضرور تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

دفعتاً انور کی نگاہ جنگل کی طرف اٹھ گئی۔ چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اسے باتوں کی رو میں وقت کا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا۔

''چلو تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں۔'' انور نے لڑکی سے کہا۔

''میں کوئی بچہ ہوں۔'' وہ بگڑ کر بولی۔ ''جب میرا دل چاہے گا خود چلی جاؤں گی۔''

دفعتاً انور چونک پڑا۔ جنگل کی طرف سے کوئی روشن اور متحرک چیز فضا میں پرواز کرتی ہوئی اسی طرف آرہی تھی۔ لڑکی نے ایک چیخ ماری اور بے تحاشہ جنگل کی طرف دوڑنے لگی۔ انور نے اسے پکڑنا چاہا لیکن پودوں کے جھکڑ میں الجھ کر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی کے قہقہے کہیں دور سنائی دے رہے تھے۔

چند لمحوں کے بعد پرواز کرتی ہوئی روشن چیز صاف دکھائی دینے لگی۔ یہ وہی آتشی پرندہ تھا جس کے لئے انور یہاں آیا تھا۔ اس کا جسم انگارے کی طرح دہک رہا تھا۔ اڑان سچ مچ کبوتر جیسی تھی۔ انور خائف تو نہیں ہوا لیکن حیرت کی زیادتی کی وجہ سے وہ اپنی جگہ پر جم سا گیا تھا۔

اُس کی زندگی میں یہ اپنی طرز کا انوکھا واقعہ تھا جسے وہ کوئی معنی نہ پہنا سکا۔

دوسرے لمحے میں وہ اُس کے تعاقب میں دوڑ رہا تھا۔

پرندے نے پورے قصبے کا چکر لگایا اور پھر ایک عمارت کے گرد منڈلانے لگا۔ پورے قصبے میں سناٹا چھا گیا تھا۔ کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔ پرندہ اسی عمارت کا طواف کر رہا تھا۔ دفعتاً اندر سے ایک آدمی ہاتھ میں رائفل لئے ہوئے نکلا۔ اُس کے ساتھ دو آدمی اور تھے جیسے ہی اُس نے رائفل اٹھائی دونوں آدمیوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

''پاگل نہ بنو ڈاکٹر معلوم نہیں کیا حادثہ ہو۔'' ایک بولا۔

''تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں بھی اپنا گھر جلتا ہوا دیکھوں۔'' رائفل والا بولا۔

''پھر بھی یہ خطرناک ہے۔''

''میں ڈرپوک نہیں ہوں۔'' رائفل والے نے کہا اور نال سیدھی کرنے لگا۔ اُن دونوں نے پھر اُسے روک دیا۔

پرندہ بدستور عمارت کا چکر لگا رہا تھا۔

انور آہستہ آہستہ اُن لوگوں کی طرف بڑھا۔ قبل اس کے وہ لوگ اس کی طرف مڑتے انور رائفل چھین چکا تھا۔ ان لوگوں کی حیرت رفع ہونے سے پہلے ہی اس نے پرندے پر گولی چلادی۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور فضا میں بے شمار چنگاریاں منتشر ہوگئیں۔ پرندے کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ چنگاریاں زمین پر گرنے سے قبل ہی ٹھنڈی ہوگئیں اور پھر چاروں طرف ایک بے کراں سناٹا چھا گیا۔

''تم کون ہو۔'' ایک آدمی انور کی طرف بڑھتا ہوا خوفزدہ آواز میں بولا۔

لوگ اپنے گھروں سے نکل کر اُن کے گرد اکٹھا ہونے لگے تھے۔

انور نے کوئی جواب دینے کی بجائے رائفل خاموشی سے اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ کسی نے اس کے چہرے پر برقی ٹارچ کی روشنی ڈالی۔

''آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔'' کسی نے پوچھا۔

''حویلی کا ایک مہمان۔'' انور پر اطمینان لہجے میں بولا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

''لیکن یہ آپ نے کیا کیا؟''

''تو کیا آپ لوگوں کو اس خوفناک پرندے سے محبت تھی۔'' انور نے مسکرا کر پوچھا۔

''جی نہیں۔'' ایک آدمی سخت لہجے میں بولا۔ ''اب اگر ہمارے اوپر کوئی نئی مصیبت نازل ہوئی تو۔''

''مجھے اس کی توقع نہیں۔''

''لیکن یہ دھماکہ کیسا تھا۔'' کسی نے کہا۔

''روایات کے مطابق شاید آج اس عمارت کی باری تھی۔'' انور نے کہا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔'' رائفل والا انور کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ''میں آپ کا شکر گذار ہوں یہ لوگ مجھے کبھی گولی نہ چلانے دیتے۔''

پھر وہ انور کا ہاتھ پکڑ کر اُسے عمارت کے اندر لے جانے لگا۔

''آج یقیناً یہ عمارت راکھ کا ڈھیر ہوتی۔'' وہ آدمی بولا۔ ''مجھے قطعی اس بات کا خوف نہیں ہے کہ اب کیا ہوگا۔''

انور اُسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک طویل القامت اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ اپنے حلقوں میں ساکت آنکھیں اس کی دانشمندی اور ذہانت کا ثبوت دے رہی تھیں۔ لہجے میں ٹھہراؤ اور گفتگو کا پُرسکون انداز مستقل مزاجی کا اظہار کر رہا تھا۔

''میں ڈاکٹر ہوں۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''مجھے نصیر الرحمان کہتے ہیں۔''

''میرا نام انور سعید ہے۔''

''آپ یہاں کب آئے۔''

''آج ہی۔''

''آپ کو اس پرندے کے متعلق پہلے سے معلوم تھا۔''

''نہیں، اس قسم کا پرندہ میں نے آج پہلی بار دیکھا ہے۔'' انور نے کہا۔

''اور ہم تو ہفتوں سے دیکھ رہے ہیں۔'' ڈاکٹر نصیر مضمحل آواز میں بولا۔ ''متعدد مکانات جل گئے۔''

''آپ کا اس پرندے کے متعلق کیا خیال ہے۔''

''میرا خیال۔'' ڈاکٹر نصیر فکرمند لہجے میں بولا۔ ''قدیم اور جدید پرندوں کی تاریخ میں کہیں ایسے پرندے کا تذکرہ نظروں سے نہیں گذرا۔ ضعیف الاعتقاد لوگوں کی طرح یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کوئی خبیث روح ہے۔ حقیقت تو یہ ہے انور سعید صاحب کہ میں خود ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔''

''اور اس دھماکے کے متعلق جو اُس پر گولی پڑتے ہی پیدا ہوا تھا۔''

''وہ بھی تحیر خیز تھا اور وہ چنگاریوں کا انتشار......'' ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا اور انور کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔

انور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دوسرے کمرے میں اُسی پاگل لڑکی کا قہقہہ سنائی دیا اور ڈاکٹر کا چہرہ تاریک ہو گیا۔

''اوہ معاف کیجئے گا مسٹر انور۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں ابھی حاضر ہوا۔''

ڈاکٹر دوسرے کمرے میں چلا گیا اور انور آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

لڑکی کے چیخنے اور قہقہے لگانے کی آوازیں برابر آرہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر واپس آ گیا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''وہ میری بہن تھی۔'' ڈاکٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اُس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے اور میں بالکل بے بس ہوں۔ میں اس کے لئے کچھ نہ کر سکا۔''

''مجھے افسوس ہے اور ساتھ ہی آپ سے ہمدردی بھی۔'' انور نے کہا۔ ''میں اُس کے متعلق سن چکا ہوں کیا یہ صحیح ہے کہ وہ زنجیریں توڑ ڈالتی ہے۔''

ڈاکٹر خاموشی سے انور کو دیکھتا رہا پھر اچانک بولا۔

''قطعی غلط! لوگ مبالغہ آرائی کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ یہاں یہ افواہ بھی سنی جاتی ہے کہ وہ آتشی پرندہ کوئی آسیب تھا جس سے سلیمہ متاثر ہے۔ بات یہ نہیں ہے۔ میں خود تنگ آکر اسے کھول دیتا ہوں۔ اُس کی دردناک چیخیں مجھ سے نہیں سنی جاتیں۔ انور صاحب میں اسے بہت چاہتا ہوں، وہ پاگل ضرور ہے لیکن آج تک اس نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔''

''یہ کیفیت کب سے ہے؟'' انور نے پوچھا۔

''بچپن ہی سے۔'' ڈاکٹر کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

''واقعی افسوس ناک بات ہے۔''

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر ڈاکٹر بولا۔

''کیا آپ حویلی والوں کے کوئی عزیز ہیں۔''

''نہیں......محمود میرا دوست ہے۔ میں چھٹیاں گذارنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔''

''آپ یہاں پہلی بار آئے ہیں۔''

''جی ہاں......!'' انور نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ''اچھا اب اجازت دیجئے۔''

''مسٹر انور آپ کا احسان مند ہوں۔'' ڈاکٹر نے اٹھ کر اُس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

انور باہر نکل آیا۔ چاروں طرف اتھاہ سناٹا تھا۔ مکانوں کی کھڑکیوں اور روشندانوں سے مدھم روشنی چھن رہی تھی۔ انور کے قدموں کی آواز سناٹے میں گونج رہی تھی۔ دفعتاً کتے بھونکنے لگے۔ دو ایک نے انور پر جھپٹنے کی بھی کوشش کی، لیکن وہ مدہم سروں میں سیٹی بجاتا ہوا نہایت اطمینان سے چلتا رہا۔ تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر سے کسی نے اُس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی اور قدموں کی آہٹیں اُس کے قریب آتی گئیں۔

''یہ تم نے کیا کیا؟'' کسی نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔

''کون محمود......!'' انور رک کر بولا۔

''میں تمہاری تلاش میں نکلا تھا۔'' محمود نے کہا۔ ''چچی اماں بہت ناراض ہیں۔ پرندے پر رائفل چلانے کی خبر اُن تک پہنچ گئی ہے۔ دھماکے کی آواز تو ہم لوگوں نے بھی سنی تھی لیکن وہ رائفل کی آواز سے کئی گنا زیادہ تھی۔''

''ہاں......!'' انور آگے بڑھتا ہوا بولا۔ دونوں حویلی کی طرف واپس جا رہے تھے۔

''اس دوران میں رشیدہ نے انہیں تمہارے جنگلی پن کے بہتیرے قصے سنا ڈالے ہیں۔'' محمود نے کہا۔

انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد بولا۔

''میں کل واپس چلا جاؤں گا۔''

''کیوں......؟''

''میں اسی پرندے کی حقیقت کا انکشاف کرنے کے لئے آیا تھا۔لہٰذا جس طرح میرا دل چاہے گا کام کروں گا۔''

''میں نے کچھ نہیں کہا۔'' محمود جلدی سے بولا۔ ''تم اُن کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا۔''

''میں ان تکلفات اور ڈھکوسلوں کا عادی نہیں۔'' انور منہ بنا کر بولا۔ ''ہاں یا نہیں...... درمیانی گفتگو سے مجھے چڑھ ہے۔''

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔'' محمود بے چینی سے بولا۔

''خیر چھوڑو......! ڈاکٹر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔'' انور نے کہا۔

''اچھا آدمی ہے...... بہت نیک اور بہت شریف۔''

''اور اس کی بہن...... اُسے تو تم خود ہی دیکھ چکے ہو۔'' محمود نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اس کا دماغی خلل زیادہ پرانا نہیں۔''

''کیا مطلب......!'' محمود چونک کر بولا۔ ''لیکن...... لیکن...... ڈاکٹر کا تو یہی بیان ہے۔''

''یہ مرض جوانی سے پہلے کا نہیں معلوم ہوتا۔''

''کیوں یہ تم کس طرح کہہ رہے ہو؟''

''تجربے کی بناء پر...... اس کی ساری باتیں اذیت پسندوں جیسی ہوتی ہیں۔خون پینا...... گوشت چبانا وغیرہ وغیرہ...... کیا یہ سب چیزیں اس کی کچلی ہوئی جنسیت کی طرف اشارہ نہیں کرتیں۔جنسی احساس سے پہلے کی خلل دماغی کی یہ علامات نہیں ہوتیں۔''

محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ شاہدہ اس پر شکاری کتے کیوں چھوڑنے جا رہی تھی۔'' انور نے پوچھا۔

''میں خود یہی سوچتا ہوں کہ وہ اس سے پرخاش کیوں رکھتی ہے۔'' محمود نے کہا۔

''شاہدہ تمہارے خاندان ہی کی لڑکی ہے۔''

''ہاں......!'' محمود چونک کر بولا۔ ''لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔''

’’کچھ نہیں، یونہی۔‘‘ انور نے کہا اور رک کر سگریٹ سلگانے لگا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر محمود نے پوچھا۔

’’تم ڈاکٹر کے یہاں تھے۔‘‘

’’ہاں......!‘‘ انور بولا۔ ’’مجھے سلیمہ سے ہمدردی ہے۔‘‘

’’یعنی......!‘‘

’’یعنی کیا؟ کیا میں اس یعنی کا مطلب پوچھ سکتا ہوں۔‘‘

’’کچھ نہیں...... کچھ نہیں۔ میں دراصل شاہدہ کے آج کے رویے کی وجہ سے پریشان ہوں۔‘‘

’’آخر تم اس سے خائف کیوں رہتے ہو۔‘‘

’’خائف؟ نہیں تو...... بات یہ ہے کہ میں ہنگامہ نہیں پسند کرتا۔‘‘

’’تو تم دونوں کے تعلقات ناخوشگوار ہیں۔‘‘

’’نہیں ایسا بھی نہیں ہے؟‘‘

’’تو کیا بنائے مخاصمت ڈاکٹر کی بہن ہے۔‘‘

’’نہیں تو...... نہیں تو...... بھلا وہ کیوں ہونے لگی...... بالکل نہیں۔‘‘

’’مجھ سے اڑنے کی کوشش فضول ہے۔‘‘ انور سنجیدگی سے بولا۔

’’تم نہ جانے کیا الٹی سیدھی ہانک رہے ہو۔‘‘

’’بالکل سیدھی ہانک رہا ہوں پیارے۔‘‘ انور مسکرا کر بولا۔ ’’میری نظریں دور تک پہنچ رہی ہیں۔‘‘

’’بیکار باتیں مت کرو۔‘‘

’’خیر...... خیر...... دیکھا جائے گا۔‘‘

محمود نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اُس کی رفتار کچھ سست پڑ گئی تھی۔

جنگل

دوسرے دن صبح ہی صبح انور نے شکار کھیلنے کی تجویز پیش کر دی۔ پچھلی رات رانی صاحبہ اُس

سے بڑی دیر تک بحث کرتی رہی تھی، لیکن انور نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس سے اُن کی بزرگی پر حرف آتا۔ رشیدہ کے لئے یہ بات تعجب خیز رہی تھی۔ اُس نے انور کو کبھی ایسے موڈ میں نہیں دیکھا تھا۔ وہ دل ہی دل میں ڈر رہی تھی کہ کہیں انور کوئی الٹی سیدھی بات نہ کر بیٹھے۔ اس کے دل میں رانی صاحبہ کے لئے بے پناہ احترام کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ جس کی محرک رانی صاحبہ کی مامتا تھی۔ انور کو بُرا بھلا کہتے وقت بھی اُن کے لہجے میں تلخی کے بجائے مامتا تھی لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ انور اس چیز سے قطعی متاثر نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں صرف یہ خیال تھا کہ اگر وہ رانی صاحبہ سے لڑ بیٹھا تو اُسے حویلی سے چلا جانا پڑے گا اور آتشی پرندے کا وجود ہمیشہ کے لئے پردہ راز میں چھپ جائے گا۔ گاؤں والے اُس کی رات والی حرکت پر اُس سے الجھ چکے تھے۔ انہیں صرف اس بات کا خیال تھا کہ انور رانی صاحبہ کا مہمان تھا ورنہ شاید اس کو اُسی وقت گاؤں چھوڑ دینا پڑتا۔ پھر بھی گاؤں میں اس کے خلاف کافی پروپیگنڈا ہو گیا تھا اور گاؤں والے کسی تازہ مصیبت کے منتظر تھے۔

حویلی میں قریب قریب ہر فرد نے اس واقعے پر تبصرہ میں حصہ لیا تھا لیکن محمود کی بیوی شاہدہ بالکل خاموش تھی اور خاموشی بھی ایسی جس سے بے تعلقی ظاہر ہوتی تھی۔

انور محمود اور رشیدہ شکار کے لئے تیار ہی تھے کہ ایک شخص کوٹھی میں داخل ہوا جسے دیکھتے ہی محمود کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اُس نے سفید پتلون اور سفید قمیض پہن رکھی تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان تھی۔ قد متوسط چال سے رعونت ظاہر ہوتی تھی۔ کسی طرح دیکھتے وقت پر غرور انداز میں بھنویں تان لیتا تھا۔

رانی صاحبہ بھی اس کی آمد پر خوش نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ انور کی نظریں بے اختیار شاہدہ کی طرف اٹھ گئیں جو آنے والے کو خاص توجہ کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔

''کیوں بھئی محمود تم نے بھی شکار کھیلنا شروع کر دیا۔'' وہ محمود کی رائفل کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

''کیوں......؟'' محمود ایسے لہجے میں بولا جیسے اُس پر جھپٹ پڑے گا؟

''میں نے کہا اس کی آواز سے تمہارا دل نہ دھڑکنے لگے گا۔'' اُس نے کہا اور بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگا۔

''عمران......!'' رانی صاحبہ غصے سے بولیں۔

''میں غلط نہیں کہہ رہا خالہ صاحبہ۔''

محمود اسے اس طرح گھور رہا تھا جیسے کچا چبا جائے گا۔

''اور یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے رات اُس پرندے پر گولی چلائی تھی۔'' اس نے انور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''جناب والا......!'' انور قدرے جھک کر بولا۔

''آدمی رنگ باز معلوم ہوتے ہو۔''

''عمران......!'' رانی صاحبہ پھر گرجیں۔

''میں اس وقت نشے میں نہیں ہوں خالہ صاحبہ۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''عمران......!'' رانی صاحبہ کھڑی ہو کر بولیں۔ ''ادھر آؤ میرے ساتھ۔''

وہ ایک دوسرے کمرے کی طرف مڑیں۔ عمران اُن کے پیچھے تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت اُس نے مسکرا کر رشیدہ کی طرف دیکھا اور رشیدہ نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

محمود کا موڈ خراب ہو گیا تھا لیکن وہ اپنی خوش مزاجی برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُن کی بیل گاڑی اونچے نیچے راستوں سے گذرتی ہوئی جنگل میں داخل ہو رہی تھی۔ محمود کی تجویز تھی کہ شکار کے لئے کار ہی استعمال کی جائے لیکن رشیدہ بیل گاڑی پر اڑ گئی۔ وہ دیہاتی زندگی سے اچھی طرح لطف اندوز ہونا چاہتی تھی۔

''یہ کون بزرگوار تھے۔'' انور نے محمود سے پوچھا۔

''چچی اماں کے بھانجے ہیں۔'' محمود تنفر آمیز لہجے میں بولا۔

''رانی صاحبہ اس سے خوش نہیں معلوم ہوتیں۔''

''خاندان میں کوئی خوش نہیں ہے۔ کسی دن میرے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوگا۔''

''کیوں......؟''

''تم نے دیکھا نہیں شاہدہ کو میرے خلاف بھڑکانے میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے۔''

''آخر ایسا کیوں۔''

''حسد! محض اسلئے کہ میں چچا کی جائیداد کا وارث ہوں اور چچی اماں اسے منہ نہیں لگاتیں۔''

''شاہدہ کا اُس سے کیا رشتہ ہے۔''

''پھوپھی زاد بہن ہے۔''

انور خاموش ہو گیا۔ اُس کی نظریں دور تک پھیلے ہوئے جنگل کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''ابھی تک ہمیں شکار نہیں ملا۔'' رشیدہ بولی۔

''جھیل پر کچھ آبی پرندے ملیں گے۔'' محمود نے کہا۔

''رشو کا خیال تھا کہ شاید شکار ہاتھ باندھے ہوئے ہمارے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا جو مزاج یار میں آئے یا شاید......!'' انور کچھ اور کہتے کہتے رک گیا۔ اُس کی نگاہیں کروندے کی کانٹے دار جھاڑیوں کے سلسلے پر جم گئیں تھیں۔

''کیا یہی وہ کروندے کا جنگل ہے۔'' انور نے محمود سے پوچھا۔

''ہاں......!''

''اور اسے پار کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔''

''میں نے خود کبھی کوشش نہیں کی...... ویسے سنا یہی ہے۔''

''لیکن......وہ دھواں کیسا ہے۔ کیا ادھر بھی آبادی ہے۔''

''ہاں......اُدھر بھیلوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں، جنہیں کروندے کے جنگل نے کم از کم ہمارے قصبے سے الگ کر دیا ہے۔''

''یہ سلسلہ کتنا وسیع ہے۔''

''شاید پندرہ یا بیس میل......دوسری طرف شوری ندی درمیان میں حائل ہو گئی ہے اور اس طرح مہذب علاقے بھیلوں کی دستبرد سے آزاد ہو گئے ہیں۔ لیکن گرمیوں کے زمانے میں جب ندی کا پانی کم ہو جاتا ہے وہ دوسری طرف کے علاقے میں ڈاکے ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔''

''تم نے شاید یہی بتایا تھا کہ وہ پرندہ اسی طرف سے آیا کرتا تھا۔''

''قصبے میں یہی مشہور ہے......خود مجھے اتفاق نہیں ہوا۔''

دفعتاً کہیں دور موٹر سائیکل کی آواز سنائی دی۔

''کیا یہ بھیل موٹر سائیکل بھی چلاتے ہیں۔'' رشیدہ چونک کر بولی۔

''آواز ادھر سے نہیں آ رہی ہے۔'' محمود ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ ''یہ عمران معلوم ہوتا ہے اور ادھر ہی آ رہا ہے۔ اس میں یہ خبط ہے۔ وہ تم لوگوں کے سامنے مجھ پر اپنی برتری جتانے کی کوشش کرے گا۔''

''خوب......آدمی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔'' انور مسکرا کر بولا۔

تھوڑی دیر بعد موٹر سائیکل دکھائی دی۔ عمران اپنے کاندھے پر رائفل لٹکائے بیل گاڑی کی طرف آ رہا تھا۔ اُنکے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان پر دھول جھونکتا ہوا موٹر سائیکل آگے نکال لے گیا۔

''غالباً جھیل کی طرف گیا ہے۔'' محمود غصے میں بولا۔ ''اب شکار ملنے کی توقع نہیں۔''

''فکر مت کرو۔'' انور نے کہا۔ ''میں اس سے جان پہچان پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ جھیل کتنی دور ہے۔''

''قریب ہی ہے تمہیں اس سے مل کر خوشی نہ ہوگی۔'' محمود بولا۔

''کیوں انور کوئی نئی شرارت سوجھی۔'' رشیدہ نے کہا۔

''نہیں رشو......وہ بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ میں اپنے کسی مقصد کے لئے اُسے استعمال بھی کر سکوں۔''

''کس مقصد کے لئے......!'' محمود چونک کر بولا۔

''جس مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں۔''

''مگر تم نے تو کل ہی اُسے نشانہ بنا دیا۔''

''نہیں پیارے تمہارا خیال غلط ہے۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''وہ آسانی سے اس قصبے کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔''

''مطلب یہ کہ شاید مجھے آج بھی اُس پر فائر کرنا پڑے۔''

محمود اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔'' رشیدہ نے انور سے پوچھا۔

''کسی آدمی کی شرارت۔''

''لیکن یہ چیز میری سمجھ میں بھی نہیں آتی۔ کل رات میں نے اُسے حویلی سے دیکھا تھا۔''

انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی نگاہیں بدستور کروندے کی جھاڑیوں پر جمی ہوئی تھیں۔

''وہ دیکھو...... اس کمبخت نے فائر شروع کر دیئے'' محمود جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''خواہ مخواہ پرندوں کو اڑا رہا ہے۔''

''ممکن ہے شکار ہی کھیل رہا ہو۔'' انور نے کہا۔

''اگر وہ پوائنٹ ٹو ٹو بور کی رائفل لے کر گیا ہوتا تو میں قطعی یہ نہ کہتا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ جھیل پر پہنچ گئے۔ عمران کی موٹر سائیکل ایک طرف کھڑی تھی اور وہ گھاس پر اوندھا لیٹا پائپ پی رہا تھا۔

''کیا یہاں جھیل پر گھڑیال بھی ہیں۔'' انور بلند آواز میں بولا۔

''نہیں تو......!'' محمود نے کہا۔

''وہ پھر اُدھر کنارے پر کیا پڑا ہے۔'' انور اسی لہجے میں بولا۔ ''اوہ لاحول ولا قوۃ...... کوئی آدمی ہے۔''

عمران اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی اور آنکھیں رشیدہ پر جمی ہوئی تھیں۔

''رشو......!'' انور آہستہ سے بولا۔ ''کیا خیال ہے۔''

''اس سے ہم لوگوں کا تعارف کرا دیجئے۔'' رشیدہ نے محمود سے کہا۔

''میں اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔''

''ہماری خاطر......!'' انور مسکرا کر بولا۔

محمود ایک لمحہ کے لئے بالکل ساکت ہو گیا۔ پھر عمران کو مخاطب کر کے بولا۔

''تو تم نے سب پرندے اڑا دیئے۔''

''پھر......؟'' انور اُسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

''یہ وہ رائفل ہے جس سے ہاتھیوں کا شکار کیا جاتا ہے۔'' وہ اپنی رائفل کی طرف اشارہ کر کے بولا اور انور نے اپنی ناک سکوڑ لی کیونکہ اس کے منہ سے دیسی شراب کا بھپکا نکلا تھا۔

''کوئی ہاتھی شکار کیا آپ نے؟'' انور چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

عمران اُسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

''آپ خود کو تیس مار خاں سمجھتے ہیں۔'' وہ تلخ لہجے میں بولا۔ ''کل رات والی آتش بازی پر رائفل چلا کر آپ کچھ مغرور ہو گئے ہیں۔''

''آتش بازی......؟'' انور تحیر ظاہر کرتا ہوا بولا۔

''جناب......؟'' وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔ ''کسی شریر لڑکے کی حرکت۔''

''چھوڑو بھی۔'' محمود انور کے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ''یہ اس وقت نشے میں ہے۔''

عمران نے قہقہہ لگایا اور رشیدہ کی طرف دیکھنے لگا۔ رشیدہ جواباً مسکرائی۔

''آپ لوگوں کی تعریف......!''

''میرے دوست مسٹر انور اور مس رشیدہ۔'' محمود منہ سکوڑ کر بولا۔

''آپ لوگوں سے مل کر خوشی ہوئی۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ ''میرا نام عمران ہے اور میں اس قصبے کا ایک شریف آدمی ہوں۔ ویسے کچھ لوگ مجھے بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن میں انہیں ایک دن سیدھا کر دوں گا۔''

''ضرور ضرور......!'' انور نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ پھر محمود اور رشیدہ کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔ ''تم لوگ بیل گاڑی پر شکار کھیلو۔ میں عمران صاحب کے ساتھ موٹر سائیکل پر جاتا ہوں۔''

''اوہو......ضرور......بڑی خوشی سے۔'' عمران موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

قبل اس کے محمود کچھ کہتا......رشیدہ بول اٹھی۔

''ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔ہم لوگ یہاں انتظار کریں گے۔شاید کچھ پرندے جھیل میں گریں۔''

عمران نے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی اور انور کیریئر پر بیٹھ گیا۔

''کس طرف......!'' عمران نے پوچھا۔

''کوئی بڑا شکار عمران صاحب۔'' انور آہستہ سے بولا اور موٹر سائیکل چل پڑی۔

''بڑا شکار تو اس طرف ہے۔'' عمران کروندے کے جنگل کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''یعنی......؟''

''جنگلی لڑکیاں......!'' عمران نے کہا اور ہنسنے لگا۔

''تو پھر ادھر ہی۔''

''کوئی راستہ نہیں۔''

انور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

''وہ آتش بازی والی بات کیا تھی۔''

''محمود پر رعب ڈال رہا تھا۔'' عمران بچوں کی طرح ہنس کر بولا۔ ''وہ مجھے بدنام کرتا ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ وہ مجھ سے زیادہ ذلیل ہے۔ آپ جیسے شریف آدمیوں کو اس کے ساتھ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔''

''لیکن وہ اپنی بیوی سے بہت ڈرتا ہے۔''

''مکار ہے......شاہدہ کے دکھوں سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔''

''یعنی......!''

''اس کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا۔ میں بہت کمینہ ہوں انور صاحب۔ مگر پھر بھی مجھ میں تھوڑی بہت انسانیت ہے۔''

''خیر......خیر......مگر وہ پرندہ کیسا تھا۔'' انور نے کہا۔

''آپ نے اس پر گولی چلا کر اچھا نہیں کیا۔ قصبے والے کسی نئی مصیبت کے منتظر ہیں۔''

''آخر وہ ہے کیا بلا......؟''

''بھیلوں کا کوئی جادو......وہ کروندے کے جنگل ہی کی طرف سے آتا ہے۔''

''میں نے تو سنا ہے کہ اس کا تعلق ڈاکٹر نصیر کی پاگل بہن سے ہے۔'' انور نے کہا۔

عمران کے منہ سے بے اختیار بھانت بھانت کی گالیوں کا طوفان پھوٹ پڑا۔

''یہ بھی اسی محمود کے پٹھے کی حرکت ہے۔''

''یعنی......!''

''اس قسم کی افواہیں ہمیشہ حویلی سے اڑا کرتی ہیں۔'' عمران جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''آخر کیوں؟''

''یہ میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا ہے۔'' عمران آہستہ سے بولا۔

''مجھے اُس حویلی کی ایک ایک اینٹ سے نفرت ہے۔''

''مگر رانی صاحبہ تو آپ کی خالہ ہیں۔''

''ہوں گی۔'' عمران لاپروائی سے بولا۔

انور کی نظریں کروندے کے جنگل کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ واقعی یہ ایک ناقابل عبور جنگل تھا۔ کروندے کی گھنی اور کانٹے دار جھاڑیاں میلوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ اتنی گھنی اور بلند تھیں کہ دوسری طرف نظریں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ ان کے درمیان کہیں کہیں اکا دکا پیپل کے درخت نظر آ رہے تھے۔

''تو کیا جنگلی لڑکیاں واقعی اچھی ہوتی ہیں۔'' انور تھوڑی دیر بعد بولا۔

''غضب کی......اب میں کیا بتاؤں۔''

''تو پھر اُدھر چلنے کا کوئی راستہ پیدا کرو۔'' انور نے کہا۔

''راستہ......!'' عمران ہنس کر بولا۔ ''وہ راستہ ہمیں جہنم میں پہنچا دے گا۔''

''یعنی......!''

''اول تو راستہ ہی ملنا ناممکن ہے اور اگر کسی طرح وہاں پہنچ بھی گئے تو وہ ہمیں نیزوں کی سیج پر سلا دیں گے۔''

''محمود ٹھیک کہہ رہا تھا۔'' انور آہستہ سے بڑبڑایا۔

''کیا......!''

''یہی کہ تم ڈرپوک ہو۔''

عمران نے موٹر سائیکل روک دی اور پلٹ کر انور کو گھورنے لگا۔

''یہاں سے پندرہ میل کا سفر کرنا پڑے گا۔'' عمران بولا۔

''پرواہ نہیں۔''

''بڑے رنگیلے معلوم ہوتے ہو اور اگر تمہارے ساتھ والی لڑکی کو اس کی اطلاع ہوگئی تو۔''

''تو کیا ہوگا...... وہ صرف میری دوست ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت نہیں فرماتے۔''

''اچھا تو پھر کل پر رکھو۔'' عمران نے کہا۔ ''ہمیں کچھ انتظامات بھی کرنے پڑیں گے۔ ویسے تم بہت دلچسپ آدمی ہو۔ کچھ دن اگر میرے مہمان رہو تو کیا حرج ہے۔ تم نے آم کی شراب کبھی نہ پی ہوگی۔ یہ میری ایجاد ہے۔ اگر رائی کی وسکی کا مزہ نہ آجائے تو میرا ذمہ۔''

''میں شراب نہیں پیتا۔'' انور نے کہا۔

''تب تم ڈیوٹ ہو۔'' عمران ہنس کر بولا۔ ''آؤ واپس چلیں...... تو پھر شام کو مل رہے ہو نا۔ قصبے میں سب سے اونچا مکان میرا ہی ہے۔ بڑی مسجد کے پاس۔''

''میں تم سے ضرور ملوں گا۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''لیکن جنگل والی اسکیم نہ بھول جانا۔''

''یار واقعی تم خطرناک معلوم ہوتے ہو۔'' عمران نے ہنس کر کہا۔

وہ جھیل کی طرف لوٹ پڑے۔

محمود اور رشیدہ بیل گاڑی میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ عمران انور کو چھوڑ کر قصبے کی طرف روانہ ہوگیا۔

''کیوں بھئی کچھ ملا......!'' انور نے محمود سے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' محمود انگڑائی لیتا ہوا بولا۔ ''تم کدھر چلے گئے تھے۔''

''کروندے کے جنگل میں گھسنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔''

''اوہ...... یار کہیں یہ حماقت بھی نہ کر بیٹھنا۔ اُدھر وحشی رہتے ہیں۔''

''لیکن عمران نے ایک ایسی بات بتادی ہے کہ اب جانا ہی پڑے گا۔''

''کیا......؟'' محمود نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''جنگلی لڑکیاں۔'' انور مسکرا کر بولا۔

''کیا مطلب......؟'' رشیدہ نے اُسے گھور کر کہا۔

''جنگلی لڑکیوں کا کیا مطلب ہوتا ہے؟'' انور نے کہا اور رشیدہ خاموش ہوگئی۔

''ہم لوگوں کی برائی تو خوب کی ہوگی۔'' محمود نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں تو......تم لوگوں کا تذکرہ ہی نہیں آیا تھا۔ وہ زیادہ تر آموں کی شراب اور لڑکیوں کا تذکرہ کررہا تھا۔''

''بھئی اب چلنا چاہیے۔'' رشیدہ بولی۔

تھوڑی دیر بعد بیل گاڑی قصبے کی طرف واپس جارہی تھی۔

دوسرا فائر

شام کو انور عمران کے گھر سے لوٹتے وقت طرح طرح کے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، جس مقصد کے تحت وہ عمران سے ملا تھا اس میں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اس وقت بھی نشے میں ڈوبا بہکی بہکی باتیں کرتا رہا تھا۔ پرندے سے زیادہ اُسے ڈاکٹر کی بہن کے ساتھ محمود اور اس کی بیوی کے متصاد رویے کے متعلق تشویش تھی اور پھر وہ یہ بھی سن چکا تھا کہ ڈاکٹر کی بہن اور اس پرندے کے پراسرار تعلق کے بارے میں حویلی ہی والوں نے افواہیں پھیلائی تھیں۔

اُس نے رشیدہ کے ذریعے بھی اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ رانی صاحبہ بدستور مامتا کی ندیاں بہاتی رہیں اور شاہدہ تو خیر مہر بلب تھی ہی۔ وہ رشیدہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ خود انور نے کئی بار اس سے گفتگو کرنی چاہی لیکن اس نے موقع ہی نہ دیا۔ بہرحال اس کے ماتھے پر پڑی ہوئی سلوٹیں کسی وقت بھی غائب نہیں ہوئی تھیں۔

انور حویلی میں لوٹ آیا۔ اس نے اس وقت ڈاکٹر کو ملنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔

حویلی پہنچتے ہی اس نے سارے خیالات اپنے ذہن سے نکال دیئے اور ادھر اُدھر کی تفریحی باتیں کرنے لگا۔

آہستہ آہستہ دھندلکا پھیلتا جارہا تھا۔ شام بہت خوشگوار تھی۔ رانی صاحبہ نے پائیں باغ میں کرسیاں ڈلوادی تھیں اور سب لوگ وہیں بیٹھے انور کے لطیفوں اور چٹکلوں سے محظوظ ہورہے

تھے۔صرف شاہدہ خاموش تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہاں طوعاً وکرہاً بیٹھی ہو۔

دفعتاً کسی نے پھاٹک ہلایا اور سب کی نظریں ادھر اٹھ گئیں۔ یہ ڈاکٹر کی بہن تھی۔

"کیا یہ پھاٹک ہمیشہ بند رہے گا۔" وہ چیخ کر بولی۔

"اوہ...... یہ حرافہ پھر آ گئی۔" شاہدہ نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بہو رانی......!" رانی صاحبہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھاتی ہوئی بولیں۔ "پاگلوں کے منہ لگنے سے کیا فائدہ۔ دنیا جانتی ہے کہ وہ پاگل ہے، جو کچھ بکتی ہے بکنے دو۔"

شاہدہ بیٹھ گئی۔ لیکن وہ قہر آلود نظروں سے پھاٹک کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا کوئی میری بات کا جواب نہ دے گا۔" وہ پھاٹک کو ہلا کر پھر چیخی۔ "میں کہتی ہوں یہ حویلی پتھروں کا ڈھیر ہو جائے گی۔ اس پر مونچھیں ہی مونچھیں اُگ آئیں گی۔"

رشیدہ بے اختیار ہنس پڑی اور انور حیرت سے زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔ محمود تو اس طرح خاموش تھا جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ہو۔

ڈاکٹر کی بہن نے قہقہہ لگایا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے اس قہقہے کی آواز آہستہ آہستہ کہیں دور سے آئی ہو اور پھاٹک کے قریب پہنچ کر یک بیک تیز ہو گئی ہو۔

یکایک انور چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"یہ پٹرول کی بو کہاں سے آئی۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"گیراج کی طرف سے آئی ہوگی۔ شاید ڈرائیور کار کی ٹنکی بھر رہا ہے۔" رانی صاحبہ بولیں۔

انور بیٹھ گیا۔ ادھر ڈاکٹر کی بہن نے پھر قہقہہ لگایا اور اندھیرے میں دور تک دوڑتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر انور بولا۔

"آخر شاہدہ صاحبہ اس سے اس قدر متنفر کیوں ہیں؟"

"میں اپنے نجی معاملات پر تبصرہ نہیں پسند کرتی۔" شاہدہ تلخ لہجے میں بولی۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ عنقریب یہ نجی معاملہ بین الاقوامی مسئلہ بننے والا ہے۔" انور نے ہنس کر کہا۔

شاہدہ جھلا کر اٹھی اور حویلی کے اندر چلی گئی۔

''کیا بتاؤں؟'' رانی صاحبہ اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر مضمحل انداز میں بولیں۔

''آخر یہ معاملہ کیا ہے؟'' انور نے پوچھا۔

''میں کچھ نہیں جانتی۔'' رانی صاحبہ نے کہا اور وہ بھی اٹھ کر حویلی میں جانے لگیں۔

دفعتاً رشیدہ چیخ اٹھی۔ اس کا ایک ہاتھ آسمان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''ارے یہ تو پھر دکھائی دیا۔'' محمود بے ساختہ بولا۔

آتشی پرندہ کافی بلندی پر پرواز کرتا ہوا حویلی کی طرف آرہا تھا۔

''لو یہ نئی مصیبت آئی۔'' رانی صاحبہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولیں۔

''محمود رائفل......!'' انور نے جلدی سے کہا۔

''قطعی نہیں جناب۔'' رانی صاحبہ جھلا کر بولیں۔ ''آج یقیناً یہ آفت ادھر ہی آئے گی۔ تم نے اس پر گولی چلا کر اچھا نہیں کیا تھا۔''

''کل میں نے اسی طرح ڈاکٹر کا مکان بچایا تھا۔'' انور نے کہا۔ ''اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔''

''ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں۔'' رانی صاحبہ چیخ کر بولیں۔

پرندہ کوٹھی کے گرد چکر لگاتا ہوا آہستہ آہستہ نیچے اُتر رہا تھا۔ رانی صاحبہ شاہدہ کو آواز دیتی ہوئی حویلی کی طرف بھاگی۔ شائد شاہدہ نے اُسے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی باہر آگئی۔

اچانک انور نے ایسا منہ بنایا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

''محمود رائفل......!'' وہ پھر چیخا۔

''انور خاموش رہو۔'' رانی صاحبہ گرج کر بولیں۔

انور پھر کچھ سننے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ پرندہ حویلی کی چھت پر اتر آیا۔ پھر حویلی کے پچھلے حصے سے شعلے بلند ہونے لگے۔ نوکروں نے غل مچانا شروع کر دیا۔ انور تیزی سے اُدھر بھاگ رہا تھا۔

آگ بجھانے کی کوشش جاری تھی اور انور کا کہیں پتہ نہ تھا۔

''ارے احمقو یہ پٹرول جل رہا ہے۔'' انور کی آواز سنائی دی۔ وہ چہار دیواری پر کھڑا تھا۔

پھر وہ دوسری طرف کود گیا۔

آگ پر بہت جلد قابو پالیا گیا۔ کوئی خاص نقصان نہیں ہوا تھا۔ کئی نوکر چھت پر کھڑے شور مچارہے تھے۔ آگ تو بجھ گئی تھی لیکن خوف کے مارے وہ ابھی تک اپنی آوازوں پر قابو نہیں پاسکے تھے۔ دفعتاً وہ آتشی پرندہ اپنے پر پھڑپھڑاتا ہوا ان کے سروں پر سے نکل گیا وہ اور زیادہ چیخنے لگے اور ایک تو چکرا کر گر ہی پڑا۔

تھوڑی دیر بعد جب یہ ہنگامہ رفع ہوگیا تو انور کی تلاش شروع ہوئی۔ لیکن اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔

رشیدہ کچھ سوچ رہی تھی۔ محمود انور کو تلاش کرنے کے لئے ملازمین کو قصبے میں بھیج چکا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ گذر گیا لیکن وہ واپس نہ آیا۔ رشیدہ اپنے کمرے میں آئی اور سوٹ کیس سے ریوالور نکالا۔

جب وہ برآمدے سے گذر کر پائیں باغ میں جانے لگی تو رانی صاحبہ نے اُسے ٹوکا۔

''میں ابھی آتی ہوں۔'' رشیدہ بولی۔

''کہاں جارہی ہو۔''

''عمران صاحب کے یہاں...... ممکن ہے انور وہیں ہو۔''

''کسی نوکر کو بھیج دو۔''

''نہیں میں خود جاؤں گی...... جلد ہی واپس آجاؤں گی۔''

''تو کسی نوکر کو ساتھ لیتی جاؤ۔''

''میں چلتا ہوں۔'' محمود بولا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں۔'' رشیدہ نے کہا اور چل پڑی۔ پھاٹک سے نکلنے کے بعد اُس کا رخ قصبے کے بجائے جنگل کی طرف تھا۔

رات تاریک تھی۔ رشیدہ چل تو پڑی لیکن جنگل میں داخل ہوتے ہی جسم کے سارے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ جنگل جھینگروں کی تیز آوازوں سے گونج رہا تھا۔ کروندے کی دیو پیکر جھاڑیاں اس وقت اور زیادہ خوفناک نظر آرہی تھیں۔ رشیدہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ دفعتاً کسی درخت پر الو کی چیخ سنائی دی اور وہ جھجک پڑی۔ دل شدت سے دھڑکنے لگا۔

وہ ایک لمحے کے لئے رک گئی لیکن پھر اس کے ذہن نے دلیر بننے کے لئے جدوجہد شروع کردی اور دوسرے ہی لمحے میں وہ اس طرح چل رہی تھی جیسے خواب میں چل رہی ہو۔

پھر کہیں دور قدموں کی آہٹ سنائی دی جولمحہ بہ لمحہ قریب آتی جارہی تھی۔ ایک متحرک سایہ دکھائی دیا اور رشیدہ ایک درخت کے تنے کی اوٹ میں ہوگی۔

''خبردار! ہاتھ اوپر اٹھاؤ ورنہ گولی چلادوں گا۔'' آنے والا اچھل کر جھاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا بولا۔

رشیدہ نے پستول نکال کر فائر کردیا۔ اسکے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

''میں تمہارے جوابی حملے کا انتظار کررہی ہوں۔'' رشیدہ چیخ کر بولی۔ ''لیکن میں جانتی ہوں کہ تمہارے پاس پستول نہیں ہے۔''

جواب ندارد...... رشیدہ پھر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کسی نے پیچھے سے اُسے دبوچ لیا اور ساتھ ہی قہقہے کی آواز سنائی دی۔

''اب تو پستول ہے میرے پاس۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

رشیدہ نے کوئی جدوجہد نہ کی لیکن اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ حملہ آور کے کان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''ارے ارے کان چھوڑو...... چھوڑو......!'' وہ کراہ کر بولا۔

''نہیں...... انور میں تمہارے دونوں کان اکھاڑ ڈالوں گی۔''

''چھوڑو...... چھوڑو......!''

رشیدہ اُسے کھینچتی ہوئی واپس لوٹ رہی تھی۔

''میں کہتا ہوں کان چھوڑو......!'' انور بگڑ کر بولا۔

''تمہارے چیخنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔'' رشیدہ سنجیدگی سے بولی اور انور جم کر کھڑا ہوگیا۔

''کھینچو...... اور ...... اور زور سے کھینچو...... لیکن یاد رکھو کہ تمہارے ساتھ کان ہی کان جائے گا۔''

رشیدہ رک گئی اور اس نے کان چھوڑ دیا۔ تھوڑی دیر تک کھڑی خاموشی سے اُسے گھورتی رہی پھر چل پڑی۔ انور اُس کے پیچھے تھا۔ رشیدہ نے جس ہاتھ سے انور کا کان پکڑا تھا اس میں

اسے کچھ چپچپاہٹ معلوم ہورہی تھی۔ اس نے جیب سے گھڑی دیکھنے کی ننھی سی ٹارچ نکالی اور اپنا ہاتھ دیکھنے لگی۔

''خون......!'' وہ چونک کر رک گئی۔ انور جیسے ہی اس کے قریب سے گذرا اس نے اسے پکڑلیا۔ دوسرے لمحے میں ٹارچ کی مدھم روشنی انور کے چہرے پر پڑی تھی، پیشانی اور گالوں سے خون بہہ رہا تھا۔

''یہ کیا ہوا......؟'' رشیدہ بے اختیار بولی۔

''کان اکھڑ گیا ہوگا؟'' انور نے لاپرواہی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

رشیدہ نے دوڑ کر اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا اور اسے سہارا دینے لگی۔

''چچ چچ......!'' انور مسکرا کر بولا۔ ''میرا بیہوش ہونے کا ارادہ نہیں۔''

''انور......!'' رشیدہ ایسی پژمردہ آواز میں بولی جسے سسکی سے تشبیہہ دی جاسکتی تھی۔

انور نے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

''لیکن تم کیوں آئی تھیں۔''

''مجھے یقین تھا کہ تم ادھر ہی آئے ہوگے۔''

''میں پوچھتا ہوں تم آئی ہی کیوں تھیں۔''

''تمہارے لئے۔''

''بکومت...... میں اسے پسند نہیں کرتا۔''

رشیدہ خاموش ہوگئی۔ اگر اس نے اس کے چہرے پر خون نہ دیکھ لیا ہوتا تو شاید جھپٹ پڑتی۔ اس وقت اُسے انور کے اس تحکمانہ لہجے پر غصہ نہیں آیا لیکن وہ اُس حادثے کے متعلق معلوم کرنے کے لئے بے چین تھی جس کی بناء پر انور زخمی ہوگیا تھا۔ اس نے اُسے کریدنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ چاہتی تھی کہ جلد سے جلد حویلی پہنچ کر انور کی مرہم پٹی کرے۔ ویسے خود اُسے تو اُن زخموں کی رتی برابر پرواہ نہ ہوگی اور اس کی لاپرواہی تو وہ کچھ دیر پہلے دیکھ ہی چکی تھی۔ انور کی جگہ اور کوئی ہوتا تو اس حالت میں کم از کم کسی قسم کے مذاق کے لئے تیار نہ ہوتا۔ اس کی آواز پہچان کر اس نے اسے ڈرانے کے لئے ہوائی فائر کیا تھا اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اس کے پاس پستول

نہیں ہے۔ وہ چاہتا تو اسکی آواز سننے کے بعد سامنے آ جاتا لیکن نہیں اس وقت بھی اس کی رگ شرارت بھڑک اٹھی تھی اور اس نے پیچھے سے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔

''ٹھہرو......!'' انور ایک گرے ہوئے درخت کے تنے کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ ''میں وہاں بیٹھ کر سگریٹ پیوں گا۔''

وہ دونوں جنگل سے نکل کر قصبے کی کچی سڑک پر پہنچ گئے تھے۔

''اب وہیں چل کر پینا۔'' رشیدہ اسے پکڑ کر آگے بڑھاتی ہوئی بولی۔

''رشو......!'' انور تیز لہجے میں بولا اور ہاتھ چھڑا کر درخت کے تنے پر بیٹھ گیا۔ مجبوراً رشیدہ کو بھی بیٹھ جانا پڑا۔

''میں یہ کہہ رہی تھی کہ...... یہ خون۔''

''حویلی والوں پر اس کا کیا ردعمل ہوا ہے۔'' انور نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

''انہیں سب سے زیادہ اس بات پر حیرت ہے کہ تم کیوں غائب ہو گئے۔''

''آگ کا کیا رہا۔''

''بجھا دی گئی کوئی نقصان نہیں ہوا۔''

''انور خاموش ہو گیا......'' پھر دو تین کش لینے کے بعد بولا۔

''آگ اس پرندے کی وجہ سے نہیں لگی۔''

''جہنم میں گیا پرندہ......!'' رشیدہ جھلا کر بولی۔ ''تم زخمی کیسے ہوئے اور اب یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ کیا اب ان زخموں کو سڑانے کا ارادہ ہے۔''

''زخموں کی حالت تشویش ناک نہیں۔'' انور لاپروائی سے بولا۔ ''یہ جھاڑیوں کے کانٹے ہیں۔''

''کیا تم اُن میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔''

''نہیں...... بلکہ مجھے زبردستی ان میں گھسیڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔''

''ارے......!''

''ہاں...... میں جس آدمی کا تعاقب کر رہا تھا وہ غیر معمولی طور پر طاقتور ثابت ہوا۔''

''آدمی کا تعاقب......!'' رشیدہ نے تحیر آمیز انداز میں دہرایا۔

''ہاں وہی آدمی جو کوٹھی میں آگ لگا کر بھاگا تھا۔ پٹرول کی بو پر میں پہلے ہی چونکا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی۔ جس وقت وہ پرندہ کوٹھی پر چکر لگا رہا تھا میں نے ہلکی ہلکی سیٹیوں کی آوازیں سنی تھیں۔ اور یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ پرندہ انہیں آوازوں پر نیچے اترا تھا۔ میں اس وقت حویلی کی پشت پر پہنچا تھا۔ جب پرندے کو سیٹیوں پر بلانے والا آگ لگا کر بھاگ رہا تھا تعجب ہے کہ قصبے والوں نے پچھلی وارداتوں میں اس چیز کی طرف توجہ نہیں دی۔ بہر حال میں اس کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ جنگل کی طرف بھاگ رہا تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے آج تک اتنا تیز دوڑنے والا نہیں دیکھا۔ جھیل کے قریب پہنچ کر وہ یک لخت میری طرف پلٹا اور قبل اس کے کہ سنبھلتا اس نے مجھے پکڑ کر اچھال دیا۔ جیسے میں آدمی نہیں بلکہ ربڑ کی گیند ہوں اور میں لاکھ سنبھلنے کے باوجود بھی اپنا سر جھاڑیوں سے نہ بچا سکا۔ مجھے اس کی طاقت پر حیرت ہوتی ہے اگر کہیں دو چار آدمیوں کے سامنے اس نے مجھے اس طرح اٹھا کر پھینکا ہوتا تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔''

''اور تم نے اسے نکل جانے دیا۔'' رشیدہ نے تحیر آمیز لہجے میں پوچھا۔

''پھر وہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔ میں کافی دیر تک اسے تلاش کرتا رہا لیکن یہ بتاؤ کہ تم اس طرح اکیلے کیوں نکل آئی تھیں۔''

''میری خوشی! جب تم میرا کوئی اعتراض برداشت نہیں کر سکتے تو مجھے کیوں اس پر مجبور کرتے ہو۔''

''یہ بات نہیں رشو......!'' انور نرم لہجے میں بولا۔ ''یہ جنگل بہت بھیانک ہے۔''

''تو کیا اب یہیں بیٹھے بیٹھے رات ختم کر دو گے۔''

''نہیں صرف سگریٹ ختم کروں گا۔'' انور آہستہ سے بولا۔ ''حویلی والوں کو اس واقعے کی اطلاع نہ ہونی چاہئے۔''

''مگر پٹرول والا معاملہ تو......!''

''اس کی فکر نہیں...... بات جہاں تھی وہیں رہنی چاہئے۔''

''اور یہ زخم......!''

''یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ پرندے کا تعاقب کرتے وقت جھاڑیوں میں گر پڑا تھا۔''

''لوگ تمہیں پاگل سمجھنے لگیں گے۔''

''تب تو اور اچھا ہے۔ میں ڈاکٹر کی بہن سے شادی کرلوں گا۔''

''اچھا تو کیا تم......!''

''ہاں میں اس پر عاشق ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں۔'' انور سنجیدگی سے بولا۔

''بس اب اٹھو چلو......!'' رشیدہ نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

انور نے سگریٹ ایک طرف پھینک دی اور پھر وہ حویلی کی طرف چل پڑے۔ پھاٹک کے قریب عمران ملا۔

''اوہ......انور صاحب آپ لوگ آ گئے۔ بھئی مجھے بڑی تشویش ہوگئی تھی۔''

عمران آگے بڑھ کر بولا۔ ''یہاں معلوم ہوا کہ رشیدہ صاحبہ میرے گھر گئی ہیں لیکن معلوم کر کے اور تشویش ہوگئی کہ کہ وہ میرے گھر تک پہنچی ہی نہیں۔''

''کوئی خاص بات نہیں ہم لوگ ذرا کھیتوں میں ٹہل رہے تھے۔'' انور نے کہا۔

''لاحول ولاقوۃ......!'' یہاں تو نہ جانے کتنی افواہیں اڑ گئیں۔

''اچھا......!'' انور دلچسپی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

''جی ہاں......مگر بھئی آپ لوگ بُرا نہ مانئے گا۔ گاؤں والے گنوار ہی ہوتے ہیں۔''

''اندھیرا ہونے کی وجہ سے عمران انور کا زخمی چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ چند لمحے ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہنے کے بعد وہ خواہ مخواہ دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوگیا۔

''مجھے تو یہ آدمی مشکوک معلوم ہوتا ہے۔'' رشیدہ آہستہ سے بولی۔

''میں بھی اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔'' انور نے کہا۔ ''اور شاہدہ کے متعلق کیا خیال ہے۔''

''مجھے تو اس کا دماغ بھی خراب ہی معلوم ہوتا ہے۔''

''اس پر کڑی نظر رکھنا۔'' انور نے کہا اور پھاٹک کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

''کون ہے؟'' اندر سے آواز آئی۔ شاید چوکیدار مالی کے جھونپڑے میں چلم پی رہا تھا۔

''ہم لوگ ہیں۔'' رشیدہ بولی اور چوکیدار اپنی لالٹین لے کر انہیں راستہ دکھانے کیلئے دوڑا۔

''ارے صاحب......!'' وہ انور کو چہرہ دیکھتے ہی چیخ پڑا۔

''شش شش......کچھ نہیں آگے چلو......!'' انور نے کہا۔

''کیا بات ہے۔'' کسی نے برآمدے سے آواز دی۔

''مہمان ہیں۔'' چوکیدار بولا۔

''بھئی تم لوگوں نے پریشان کرڈالا۔'' محمود کی آواز سنائی دی۔ ''آج تم لوگوں کی خاصی مرمت ہوگی۔''

''ذرا آہستہ گاؤ میرے بیٹے۔'' انور آہستہ سے بولا۔ ''بس نازک است شیشہ دل در کنارِ ما۔''

ایک نئی واردات

تھوڑی دیر بعد انور پلنگ پر لیٹا تھا اور رشیدہ اُس کے چہرے میں چبھے ہوئے کانٹے نکال رہی تھی۔ محمود تو ڈاکٹر کو بلوانے جارہا تھا۔ مگر انور نے روک دیا۔ اس نے کہا کہ اس طرح یہ بات سارے قصبے میں پھیل جائے گی اور میں پاگل مشہور ہوجاؤں گا۔ بہتر یہی ہے کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کیا جائے۔

''لیکن آخر اس وحشت کی ضرورت ہی کیا تھی۔'' رانی صاحبہ بولیں۔

''میں اُس پرندے کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ وہ پنجرے میں خوشنما معلوم ہوگا۔''

''بھئی تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔'' رانی صاحبہ نے اکتا کر کہا۔

''یہ کوئی نئی بات نہیں۔'' رشیدہ ہنس کر بولی۔ ''اکثر ان کی باتیں خود انہیں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''وہ بات ہی کیا جو سمجھ میں آجائے۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''مثلاً یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ پٹرول کی بو گیراج سے آئی تھی یا......!''

''یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔'' محمود نے کہا۔''آگ یقیناً پٹرول میں لگی تھی لیکن پٹرول دیواروں پر کہاں سے آیا۔''

''میں نے دیکھا تھا......!'' انور مسکرا کر بولا۔''تمہیں یاد ہوگا کہ میں چار دیواری پر کھڑا تھا۔ وہاں سے چھت دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے دیکھا......!''

انور خاموش ہوگیا۔ بقیہ لوگ توجہ اور دلچسپی کے ساتھ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ البتہ رشیدہ ضرور متحیر تھی۔ کیونکہ انور نے اسے اصل واقعہ بتانے سے روک دیا تھا اور اب خود ہی بیان کرنے جا رہا تھا۔

''کیا دیکھا......؟'' رانی صاحبہ بے چینی سے بولیں۔

''پرندے نے اپنی چونچ میں پٹرول کا کنستر دبا رکھا تھا۔ پٹرول چھت اور دیواروں پر انڈیل کر وہ اس میں لوٹنے لگا تھا۔''

رشیدہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی اور رانی صاحبہ اس کا منہ دیکھنے لگیں۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔'' انور تیز لہجے میں بولا۔

''بھلا پرندے کے پاس پٹرول کہاں سے آیا۔'' رشیدہ ہنسی روک کر بات بنانے لگی۔

''سب کچھ ہوسکتا ہے بیٹی۔'' رانی صاحبہ سنجیدگی سے بولیں۔''خدا ہم لوگوں پر رحم کرے۔''

محمود کچھ نہیں بولا۔ وہ انور کو گھور رہا تھا اور خود کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

''ابھی نہ جانے کتنی مصیبتیں نازل ہوں۔'' شاہدہ منہ سکوڑ کر بولی۔''اگر اس پر رائفل نہ چلائی جاتی تو کچھ نہ ہوتا۔''

انور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت اس کے ہونٹوں پر بڑی قاتل مسکراہٹ تھی۔

شاہدہ گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''اس پرندے کا گوشت بہت لذیذ ہوگا۔'' انور نے کہا۔''میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن اُسے دستر خوان کی زینت ضرور بناؤں گا۔''

''بھئی اب چپ بھی رہو۔'' رانی صاحبہ خوفزدہ لہجے میں بولیں۔

رشیدہ نے کانٹے نکال کر انور کے چہرے کو پٹیوں سے ڈھک دیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ

سب کھانے کی میز کے گرد بیٹھے ہوئے انور کی بے تکی باتوں سے محظوظ ہو رہے تھے اور رشیدہ کسی نئے خطرے کی بو سونگھ رہی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ انور کن موقعوں پر خود کو ضرورت سے زیادہ احمق ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔

کھانا کھا کر وہ لوگ اپنے اپنے کمروں کی طرف جا ہی رہے تھے کہ ڈاکٹر نصیر کے گھر میں آگ لگنے کی اطلاع ملی۔ ایک ہی رات میں دو مکانوں میں آگ لگنے کی یہ پہلی واردات تھی۔

''بیچارے ڈاکٹر پر بھی میری ہی وجہ سے مصیبت نازل ہوئی۔'' انور متاسفانہ لہجے میں بولا۔ ''مگر اس کے علاوہ کوئی اور چارہ ہی نہ تھا۔''

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ خصوصاً رانی صاحبہ بہت زیادہ متفکر نظر آ رہی تھیں۔ شاید انہیں خوف تھا کہ کہیں پھر کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

رشیدہ اور انور کے کمروں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ دونوں کمروں کی کھڑکیاں پائیں باغ کی طرف کھلتی تھیں جن کے نیچے کچھ دور ہٹ کر مہندی کی باڑھ تھی جس کا سلسلہ ایک روش کے کنارے کنارے پائیں باغ کی چہار دیواری تک چلا گیا تھا اور یہ روش باغ کے عقبی دروازے کے پاس جا کر ختم ہو گئی تھی۔

باہر آسمان سیاہیاں بکھیر رہا تھا۔ پودوں اور جھاڑیوں میں دبکے ہوئے جھینگروں کی جھائیں جھائیں فضا پر مسلط تھی۔ انور سگریٹ سلگا کر کھڑکی کے قریب آ گیا۔ اُسکے زخموں میں جلن شروع ہو گئی تھی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دیر تک نہ سو سکے گا۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر آہستہ سے رشیدہ کو آواز دی۔ وہ بھی ابھی جاگ ہی رہی تھی۔ انور کی آواز سن کر کھڑکی کے قریب آ گئی۔

''رشو مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔''

''زخموں میں تکلیف زیادہ بڑھ گئی ہے۔''

''ہاں......!''

''تو کیا میں آؤں۔''

''ہاں......!''

انور نے دو تین گہرے گہرے کش لیئے اور سگریٹ پھینک کر مڑا۔

''بیٹھ جاؤ......!'' وہ ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ رشیدہ شب خوابی کے لباس میں اس وقت کچھ زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔

''میری طبیعت یہاں سے بُری طرح اکتا گئی ہے۔'' انور بولا۔

''تو واپس چلو......!''

''یہ ناممکن ہے۔''

''کیوں......!''

''یہ زخم زندگی بھر ہرے رہیں گے۔'' انور اپنے چہرے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

''تو تم انتقام کی آگ میں جل رہے ہو۔'' رشیدہ مسکرا کر بولی۔ ''میں سمجھی تھی شاید زخموں میں جلن ہے۔''

''مذاق نہیں رشو...... میں اُسے پکڑے بغیر واپس نہیں جا سکتا۔'' انور نے کہا اور دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔

''اگر واقعی یہ کسی آدمی کی حرکت ہے تو اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔'' رشیدہ نے کہا۔

''مقصد ہی تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے یا تو کوئی آدمی پورے قصبے سے کسی بات کا انتقام لے رہا ہے یا پھر وہ صحیح الدماغ نہیں ہے۔''

''کیا تمہارا اشارہ ڈاکٹر کی بہن کی طرف ہے۔''

''اگر وہ مجھے ربر کی گیند کی طرح اچھال سکتی ہے تو یہی سمجھو۔''

''تم تو ڈاکٹر سے مل چکے ہو۔'' رشیدہ نے کہا۔ ''اس کے متعلق کیا خیال ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ شاید وہ مہاتما بدھ کے بعد دوسرا غیر معمولی انسان ہے۔''

''اور عمران......!''

''اس کے متعلق تو میں کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا۔''

''کیوں......!''

''اس لئے کہ وہ بیسویں صدی کا شیخ چلی ہے۔''

''لیکن میں ایسا نہیں سمجھتی۔''

''بھئی یہ قصہ بہت وسیع ہے۔'' انور اکتا کر بولا۔ ''یہاں عمران کے علاوہ بھی کئی اور لوگ ہیں، جو اس سے بھی زیادہ بدنام ہیں۔ عمران کے سلسلے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ وہ صرف حویلی والوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ قصبے کے بقیہ لوگوں کو پریشان کرنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔''

''ایک بات اور......!'' رشیدہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''اگر وہ صرف حویلی ہی والوں کو نقصان پہنچانے پر تل جاتا تو اس کا پکڑا جانا یقینی تھا۔ اس لئے اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ وہ گاہے گاہے ان لوگوں پر بھی حملہ کرتا رہتا ہے جن سے اُس کے تعلقات بُرے نہیں۔ اس طرح وہ لوگوں کی نظروں میں مشتبہ ہونے سے بچ رہا ہے۔''

''خیال تو بُرا نہیں۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''لیکن حویلی والوں کے اور دشمن بھی ہوں گے۔ اس سلسلے میں محض عمران ہی کا نام کیوں لیا جائے۔''

''اس کی بھی ایک وجہ ہے۔''

''کیا......؟''

''ٹھہرو......'' رشیدہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولی۔ اُس نے کمرے کا دروازہ کھول کر ادھر اُدھر دیکھا اور پھر واپس آ گئی۔ انور اُسے گھور رہا تھا۔

''عمران شاہدہ سے شادی کرنا چاہتا تھا......اور خود شاہدہ کی بھی یہی خواہش تھی۔''

''اوہ......!'' انور چونک کر بولا۔ ''تمہیں کیسے معلوم ہوا۔''

''مجھے یہ بات رانی صاحبہ نے بتائی تھی۔ لیکن شاہدہ کے متعلق خود میں نے ہی اندازہ لگایا ہے۔ عمران کی موجودگی میں اس کا سارا تیکھا پن غائب ہوجاتا ہے اور محمود سے تو شاید وہ کبھی نرمی سے گفتگو نہیں کرتی۔''

انور کچھ سوچنے لگا۔

''لیکن وہ عمران نہیں ہوسکتا جس نے مجھے جھاڑیوں میں پھینکا تھا۔''

''اس مقصد کے لئے وہ کسی دوسرے کو بھی استعمال کرسکتا ہے۔'' رشیدہ بولی۔

''تمہارا اشارہ شاید جنگلیوں کی طرف ہے۔'' انور بولا۔

''یقیناً......!''

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ان جھاڑیوں میں گھسنے کا کوئی ذریعہ ہے۔''

''میں تو یہی سمجھتی ہوں۔''

''کیوں......!''

''اگر جنگلی اس طرف آسکتے، تو یہاں آئے دن چوریوں اور ڈاکوں کی وارداتیں ہوتی رہتیں۔''

''تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ پرندہ بھی اس جنگل سے نہیں آتا۔''

''میں یہی سمجھتا ہوں۔'' انور نے کہا۔ ''لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کروندے کے جنگل سے آتا ہے محض اس لئے کہ وہ اُسے جنگلیوں کا کوئی جادو سمجھتے ہیں۔''

رشیدہ خاموش ہوگئی انور اس کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سگریٹ کا ٹکڑا کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔

رشیدہ کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی جارہی تھیں۔ اس نے ایک طویل انگڑائی لی اور انور کی طرف دیکھنے لگی۔

''تو پھر اب تم نے کیا سوچا ہے۔''

''فی الحال مجھے اس پرندے کی فکر ہے۔'' انور بولا۔ ''یہ ثابت ہوگیا کہ وہ محض ایک شعبدہ ہے۔ آتشزنی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ میں جلد ہی اُسے پکڑ لوں گا۔''

''ذرا سوچ سمجھ کر۔'' رشیدہ چونک کر بولی۔ ''یہ مت بھول جانا کہ اس پر گولی پڑتے ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا تھا۔''

''مجھے یاد ہے۔''

''تم اسے کس طرح پکڑو گے۔''

''جس طرح خدا پکڑوائے گا۔'' انور جھلا کر بولا۔ ''اچھا جاؤ اب سو رہو۔''

''تم نے مجھے خواہ مخواہ بلایا تھا۔'' رشیدہ بھی اسی لہجے میں بولی۔

''ایک نظر دیکھنے کے لئے۔'' انور مضحکہ خیز انداز میں آہ بھر کر بولا۔ ''تاکہ میں رات بھر آرام سے جاگ سکوں۔ اچھا اب جاؤ۔ کل رات پھر ایک نظر دیکھ لوں گا۔''

رشیدہ اسے تیز نظروں سے گھورتی رہی پھر اٹھ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

انور نے اس انداز سے دروازہ بند کرلیا جیسے اس نے کوئی بہت نیک کام کیا ہو۔ پھر وہ آنکھیں بند کر کے مسہری پر لیٹ گیا مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ایک تو زخموں کی چھرچھراہٹ ہی بے خوابی کے لئے کافی تھی اس پر آج کی توہین۔ شاید انور نے پہلی بار زندگی میں یہ چیز محسوس کی تھی کہ اس سے بھی زیادہ طاقت ور لوگ اس زمین پر بستے ہیں۔ اس کے ذہن میں اس وقت تک صرف ایک ہی سوال تھا وہ یہ کہ اس پراسرار آدمی سے دوسری مڈبھیڑ کب اور کس طرح ہوگی۔ اس کی غیر معمولی طاقت سے خائف ہونے کی بجائے انور اس سے دوبارہ ٹکرانے کے امکانات پر غور کر رہا تھا۔

اس نے اٹھ کر گھڑی پر نظر ڈالی۔ ایک بج رہا تھا۔ اس نے سگریٹ سلگائی اور کھڑکی کے قریب آ گیا لیکن دوسرے لمحے سگریٹ زمین پر تھی اور وہ اسے پیر سے مسل رہا تھا۔ ساتھ ہی اس کی نظریں اندھیرے میں کسی متحرک چیز کا تعاقب کر رہی تھیں۔ کوئی مہندی کی باڑھ کی اوٹ لیتا ہوا آہستہ آہستہ کوٹھی کی چہار دیواری کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ تھی کہ کمپاؤنڈ میں چکر لگاتے ہوئے شکاری کتوں کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ انور نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ یہ حویلی ہی کا کوئی فرد تھا۔ ورنہ کتے آسمان سر پر اٹھا لیتے۔ عقبی دروازے کے قریب پہنچ کر وہ تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ شاید ادھر اُدھر کی آہٹ لے رہا تھا۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

انور کے کمرے کی کھڑکی زمین سے تقریباً چھ سات فٹ اونچی تھی۔ وہ آہستہ سے نیچے اتر گیا۔ اُسے خوف تھا کہ کہیں کوئی کتا بھونکنا نہ شروع کر دے لیکن شاید قدرت مہربان تھی کسی نے اس طرف دھیان بھی نہ دیا۔ یا شاید یہ بات تھی کہ وہ اس کی بو میں اجنبیت نہیں محسوس کر سکتے تھے۔ وہ بہ احتیاط دروازے سے گذر گیا۔

تاروں کی چھاؤں میں دور ایک سایہ دکھائی دے رہا تھا۔ انور تیزی سے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ تھوڑی دور چل کر وہ جنگل کی طرف گیا اور انور کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کا دل اس کے چہرے کے زخموں میں دھڑک رہا ہو۔ سایہ تیزی سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے

چلنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کسی جانی پہچانی منزل کی طرف جا رہا ہو۔ جنگل رہ رہ کر ڈراؤنی آوازوں سے گونج اٹھتا تھا۔ کبھی کبھی تو کروندے کی جھاڑیوں میں کچھ اس قسم کی سرسراہٹ پیدا ہوتی جیسے کوئی وحشی درندہ جھپٹ کر حملہ کرنے جا رہا ہو۔ چند گھنٹے پیشتر انور ادھر ہی سے دوبارہ گذرا تھا۔ لیکن اب کی وہ یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ مشین نہیں بلکہ آدمی ہے۔ سائیں سائیں کرتی ہوئی رات کا خوفناک طلسم اس کے مشینی فلسفے پر مسلط ہوتا جا رہا تھا اور پھر اس بھیانک ماحول میں اسے ایک آواز سنائی دی۔ یہ ڈاکٹر کی پاگل بہن کے قہقہے کی آواز تھی جو کہیں دور تاریکیوں کا سینہ چیر کر پیپل کے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ میں مدغم ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی کسی درخت پر دو تین چمگادڑ بیک وقت چیخ کر خاموش ہو گئے۔ لیکن وہ سایہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آگے بڑھتا جا رہا تھا اور اب تو اس کی چال میں کچھ دیوانگی سی پیدا ہو گئی تھی۔ جنگل اپنی بے شمار آوازوں میں چیخ رہا تھا اور سایہ آگے بڑھ رہا تھا۔ قہقہے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ انور کی رفتار سست ہو چلی تھی کہ یک بیک اس کے اندر سویا ہوا وحشی بیدار ہو گیا۔ وہ وحشی جس کا جاگنا عموماً کسی خطرے کا پیش خیمہ ثابت ہوا کرتا ہے۔

آخر کار وہ سایہ رک گیا۔ انور آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کی بہن کی آواز قریب ہی کہیں سنائی دے رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی سے لڑ رہی ہو۔ پھر کچھ ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی کسی کو پیٹ رہا ہو۔ سائے کا رخ آوازوں ہی کی طرف تھا۔ انور سائے سے تین چار قدم پیچھے ہی رک گیا۔

یہ وہی جگہ تھی جہاں وہ شخص غائب ہوا تھا جس کے ہاتھوں انور نے چند گھنٹے پیشتر شکست کھائی تھی۔ سامنے تھوڑی ہی دور پر جھیل لہریں لے رہی تھی۔ جس کے کنارے دو دھندلے سے سائے نظر آرہے تھے۔ ان میں سے ایک تو ڈاکٹر کی بہن تھی اور دوسرا کوئی اور...... ڈاکٹر کی بہن اسے دونوں ہاتھوں سے پیٹ رہی تھی اور وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ چیختی بھی جا رہی تھی۔

”کمینے...... کتے...... میں تیری بوٹیاں اڑا دوں گی۔ تیرے گالوں کی بوٹیاں نوچ کر چباؤں گی۔ تیرے ہونٹوں کے پرخچے اڑا دوں گی۔ سؤر کے بچے! تو نے میری چوڑیاں توڑی

ہیں۔ میری آنکھوں کے کاجل سے آسٹریلیا کا نقشہ بنایا ہے۔ یو ڈرٹی سوائین...... میری پلکوں تلے صنوبر کے سائے تھے۔ میرے گالوں میں چناروں کی آگ تھی۔ تو نے اس آگ میں اُلو اگا دیئے۔ بکری کے خصم تیرا نانا شوپنہائر تھا۔ ٹراٹسکی کے بچے! تیرے منہ پر تھوکتی ہوں۔ بنو سُور کے بچے خزاں آ گئی۔ کلیاں مرجھا گئیں۔ باغ ویران ہو گیا۔ سنگترے اداس ہیں۔ سنگترے کی پھانکیں اداس ہیں۔ میں تیری ہڈیاں توڑ توڑ کر ان کا سارا گودا چوس لوں گی۔"

اس نے ایک وحشت ناک قہقہہ لگایا اور اسے شدت سے پیٹنے لگی۔

دفعتاً انور اپنے آگے کھڑے ہوئے سایہ کی طرف متوجہ ہوا جس کا داہنا ہاتھ آہستہ آہستہ اٹھ رہا تھا اور ستاروں کی چھاؤں میں کسی چمکدار چیز کی مدھم سی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ انور نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر پستول چل چکا تھا۔ انور نے جھٹکا دیا اور سایہ ایک بے جان لاش کی طرح اس پر آ رہا۔ یک بیک اس کی نظریں جھیل کی طرف اٹھ گئیں۔ ڈاکٹر کی بہن شاید جھیل میں گر گئی تھی۔ اس کے ساتھی نے بھی دیکھتے ہی دیکھتے چھلانگ لگا دی۔ انور پستول چلانے والے کو ایک طرف سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں گھسیٹ لے گیا۔ شاید وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ انور کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ دفعتاً کسی کے دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے جھاڑیوں سے سر نکال کر دیکھا۔ کوئی کسی کو کاندھے پر لادے ہوئے دوڑتا ہوا اس کے قریب نکل گیا۔ دور تک قدموں کی آواز سنائی دیتی رہی پھر سناٹا چھا گیا۔

انور نے بیہوش کو بائیں ہاتھ پر سنبھال کر دیا سلائی روشن کی۔

"شاہدہ......!" اُس نے آہستہ سے کہا اور اس طرح مسکرانے لگا جیسے ابھی جو کچھ بھی ہو چکا ہے اُس پر وہ مطمئن ہے۔ اُس نے اس کی مٹھی میں جکڑا ہوا پستول نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

شاہدہ ابھی تک بیہوش تھی۔ وہ اسے کاندھے پر لاد کر جھیل کے کنارے لے آیا اور اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دینے لگا۔ تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ ہوش میں آ گئی۔ انور اس پر جھکا ہوا تھا۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ شاید وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر انور کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

''ڈرو نہیں۔'' انور نے آہستہ سے کہا اور وہ اٹھ کر بھاگی لیکن انور نے اُسے پکڑ لیا۔

''یہ کیا حرکت تھی۔''

''میں کچھ نہیں جانتی۔''

''اگر میں نہ ہوتا تو تم نے انہیں قتل ہی کر دیا تھا۔''

شاہدہ کے منہ سے ایک دبی دبی سی سسکی نکلی اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔

قریب کی جھاڑیوں میں جھینگروں کی جھائیں جھائیں تیز ہوگئی۔

جھگڑا

انور تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ شاہدہ خود بولے گی۔ لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ شاہدہ بغیر کچھ کہے سنے واپس جانے کے لئے اٹھنے لگی۔ انور بھی خاموشی سے اٹھا اور اس کے ساتھ ہولیا۔ اس نے پستول کے کارتوس نکال کر جھیل میں پھینک دیئے تھے۔

''یہ لو......!'' وہ اسے پستول دیتا ہوا بولا۔ ''اول تو اس کا استعمال ہی میں پسند نہیں کرتا۔ ویسے اگر ضرورت پڑ ہی جائے تو کافی سمجھ بوجھ کر کام لینا چاہئے۔''

شاہدہ نے پستول لے لیا لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔

''اس لڑکی کے ساتھ کون تھا۔'' اس نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''لیکن تم نے گولی کس پر چلائی تھی۔''

''میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔'' شاہدہ آہستہ سے بولی۔

''بے وجہ دماغ بھی نہیں خراب ہوتا۔''

شاہدہ خاموش ہوگئی۔ وہ اس طرح آہستہ آہستہ چل رہی تھی جیسے کسی طویل بیماری سے اٹھی ہو۔

''تمہیں اس سے کیوں دشمنی ہے۔'' انور نے پھر پوچھا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''تو پھر تم جانتی کیا ہو۔'' انور جھنجھلا کر بولا۔ ''میں ڈاکٹر سے تمہارے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرادوں گا۔''

''میں تمہارے دوست کی بیوی ہوں۔'' شاہدہ آہستہ سے بولی۔

''میں مجرموں کو اپنا دوست نہیں سمجھتا۔''

''کیا مطلب......!'' شاہدہ چلتے چلتے رک کر خوفزدہ آواز میں بولی۔

''میں نہیں جانتا۔''

شاہدہ پھر چلنے لگی۔ اس کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔

''مجھے سہارا دو، ورنہ میں گر پڑوں گی۔'' وہ آہستہ سے بولی۔ انور نے اُسے بازو پر سنبھال لیا۔

شاہدہ کے منہ سے سسکیاں نکل رہی تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔

''تم رو بھی سکتی ہو۔'' انور طنز آمیز لہجے میں بولا۔

شاہدہ نے کوئی جواب نہ دیا وہ برابر روئے جارہی تھی۔

''اگر واپسی میں تمہیں کسی نے دیکھ لیا تو تم کیا جواب دو گی؟'' انور نے پوچھا۔

شاہدہ کی سسکیاں اور تیز ہوگئیں۔

''میں تم سے اب کچھ نہ پوچھوں گا! میں سب کچھ جانتا ہوں۔'' انور نے کہا۔

''خدا کے لئے تم ہری پور سے چلے جاؤ۔'' شاہدہ ہچکیاں لیتی ہوئی بولی۔

''مجھے خاندان کی عزت اپنے غصے سے زیادہ عزیز ہے۔''

''میں کسی کام میں ہاتھ ڈالنے کے بعد اسے ادھورا نہیں چھوڑا کرتا۔''

''میں تم سے التجا کرتی ہوں۔''

''مجھے افسوس ہے۔''

شاہدہ پھر کچھ سوچنے لگی

''اس واقعے کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

''میں وعدہ نہیں کرسکتا۔''

''تب پھر مجھے واپس نہ جانا چاہئے۔'' وہ ایک طرف ہٹتی ہوئی بولی۔

''یعنی......!'' انور مضحکہ خیز انداز میں بولا۔

''میرے لئے خودکشی ہی بہتر ہوگی۔'' وہ جھیل کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔

''تو ادھر کہاں جارہی ہو۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''جھیل شاید زیادہ گہری نہیں ہے۔''

شاہدہ رک گئی۔

''تمہارے پاس پستول بھی تو ہے۔'' انور نے سنجیدگی سے کہا۔ ''لو میں یہاں سے ہٹا جاتا ہوں شاید میری موجودگی میں تمہیں خودکشی کرتے وقت کچھ حجاب محسوس ہو۔''

''تم درندے ہو۔'' شاہدہ آہستہ سے بولی۔ ''محمود ٹھیک کہتے تھے۔''

''بھلا اس میں درندگی کی کیا بات ہے۔ میں تو تمہیں ایک معقول مشورہ دے رہا تھا۔''

شاہدہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئی۔

''یہ اداکاری دکھانے کا وقت نہیں۔'' انور نے سنجیدگی سے کہا۔ ''ڈھائی بج رہے ہیں اگر کسی نے واپسی پر ہمیں دیکھ لیا تو محمود تمہیں کل ہی طلاق دے دے گا۔''

شاہدہ اس طرح اچھل کر کھڑی ہوگئی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

''خدا کے لئے تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''بس فضول باتیں بند کرو...... گھر کا راستہ ادھر ہے۔'' انور ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹتا ہوا بولا۔

دونوں پھر چلنے لگے۔

''میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں کسی سے کہنا نہیں۔''

''تمہاری پچھلی بداخلاقیاں مجھے انتقام پر مجبور کررہی ہیں۔''

''تم نہیں جانتے میری ساری زندگی زہر بن گئی ہے۔ میں اپنے لئے بھی عذاب ہوں اور دوسروں کے لئے بھی۔''

''میں جانتا ہوں......اور اسی دن سے جانتا ہوں جس دن تم پہلی بار رقص گاہ میں ملی تھیں۔''

''بعض اوقات میں پاگل ہوجاتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے ان دونوں میں سے کس پر گولی چلائی تھی۔''

شاہدہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

''میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔''

''میں کچھ نہیں بتا سکتی۔'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''تم جانو......!'' انور نے لاپروائی سے کہا۔

شاہدہ چلتے چلتے رک گئی۔

''میں تم سے خائف نہیں ہوں۔'' وہ گرج کر بولی۔ ''میں کسی سے نہیں ڈرتی۔ جاؤ تمام ڈھنڈورا پیٹ دو...... مجھے پرواہ نہیں ہے......اور تم......تم کتے ہو۔''

انور حیرت سے اُسے دیکھنے لگا اور وہ تیزی سے گھر کی طرف روانہ ہوگئی۔ حویلی نزدیک ہی تھی۔ انور مصلحتاً وہیں رکا رہا۔ اس نے ایک سگریٹ نکالی اور سلگا کر پینے لگا۔ اس کا دماغ بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ بے شمار واقعات اور کام کے نکتے سامنے بکھرے ہوئے تھے بس انہیں ترتیب دینا باقی رہ گیا تھا۔

شروع سے آخر تک کڑیاں ملتی گئیں۔ مگر وہ آتشی پرندہ......اور پھر وہ بھیانک آدمی؟ انور چونک پڑا۔ وہ سوچنے لگا ابھی کسی نتیجے پر پہنچنے میں جلدی نہ کرنی چاہئے۔ ظاہری اسباب کی ترتیب میں ذہن دھوکا بھی کھا سکتا ہے۔ سگریٹ ختم کرنے کے بعد وہ حویلی کی طرف چل پڑا۔ باغ کا عقبی دروازہ دوسری طرف سے بند نہیں تھا وہ بہ آہستگی اپنے کمرے کی کھڑکی کے پیچھے پہنچ گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں وہ اوپر تھا۔ چراغ بجھا کر وہ بستر میں گھس گیا۔ نہ جانے کیوں دو کتے اس کی کھڑکی کے نیچے آ کر بھونکنے لگے تھے۔

دوسرے دن صبح ناشتے کی میز پر انور نے محسوس کیا کہ شاہدہ کی حالت میں کسی قسم کا فرق نہیں پیدا ہوا۔ اس کی تیوریاں بدستور چڑھی ہوئی تھیں۔ اس نے انور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا چائے کے دوران میں وہ اپنی عادت کے مطابق جلی کٹی باتیں کرتی رہی۔ اس کے اس رویے سے انور کو ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے پچھلی رات کے واقعات میں کوئی سچائی نہ رہی ہو۔ وہ محض خواب رہے ہوں۔ انور کو اس کی اداکاری پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ اسے ایک تعلیم یافتہ مگر قطعی گھریلو عورت سمجھتا تھا۔

اس کا دماغ بُری طرح الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس نے پچھلی رات کو محض ایک شبہے کی بناء پر شاہدہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ سب کچھ جانتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ڈاکٹر کی بہن کے ساتھی کے متعلق کچھ بھی نہیں جان سکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شاہدہ جو اس کی حقیقت سے واقف تھی کچھ اگل دے گی مگر ایسا نہ ہو سکا۔ وہ توقعات سے بڑھ کر سخت ثابت ہوئی۔ بہرحال انور کے ذہن میں جو شبہ رینگ رہا تھا اس نے حقیقت کی سرحدوں کو چھونے کے لئے ایک نئی شکل اختیار کی۔

جیسے ہی محمود ناشتے کی میز سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا انور نے اُسے دیکھ کر معنی خیز انداز میں سرہلا دیا اور مسکرا کر آنکھ ماردی۔

''شرارت نہیں پیارے......شرافت......!''

''یعنی......!''

''اپنے کمرے میں چلو......!'' انور اٹھتا ہوا بولا۔ وہ کنکھیوں سے شاہدہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے اطمینان میں قطعی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ پھر انور یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ یقیناً شاہدہ کے دماغ میں بھی فتور ہے۔

پندرہ بیس منٹ کے بعد جب رانی صاحبہ اپنے مرغی خانے کی دیکھ بھال کے سلسلے میں نوکروں کو ہدایات دینے جارہی تھیں انہوں نے محمود کے کمرے میں تیز تیز آوازیں سنیں اور انور کو کمرے سے نکلتے دیکھا۔ جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ رانی صاحبہ کیساتھ رشیدہ بھی تھی۔

''رشو......!'' انور تیز لہجے میں بولا۔ ''اپنا سامان درست کرو۔''

''ہائیں کیا بات ہے۔'' رانی صاحبہ نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔

''کوئی بات نہیں۔ میں اب جانا چاہتا ہوں۔'' انور بے رخی سے بولا۔

''آخر کیوں؟''

''مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو وجہ نہ بتا سکوں گا۔''

''تو کیا کسی بات پر ناراض ہو کر جارہے ہو۔''

''میں اس پر بھی اظہار خیال کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔''

اتنے میں محمود بھی آ گیا۔ اس کی آنکھیں بھی غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''آخر بات کیا ہے۔'' رانی صاحبہ نے اس سے پوچھا۔

''کچھ نہیں......!''

''تم لوگ مجھے سچ مچ پاگل بنا دو گے۔''

''رشو......!'' انور نے رشیدہ کی طرف گھور کر دیکھا۔

رشیدہ وہاں سے چلی گئی۔

شور سن کر شاہدہ بھی آ گئی تھی۔ لیکن اب بھی اس کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

''محمود تم بتاتے کیوں نہیں۔'' رانی صاحبہ پھر بولیں۔

''کیا بات ہے۔'' شاہدہ نے آہستہ سے پوچھا۔

''کچھ نہیں......!'' محمود تند لہجے میں بولا۔

رانی صاحبہ سر پکڑ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئیں۔

رشیدہ دونوں سوٹ کیس لے کر آ گئی تھی۔

''ارے......ارے......تو کیا واقعی۔'' رانی صاحبہ اٹھتی ہوئی بولیں۔

''ہاں رانی صاحبہ میں اپنی طبیعت سے مجبور ہوں۔'' انور سوٹ کیس لے کر برآمدے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ رشیدہ اس کے پیچھے تھی۔ اچانک انور مڑا اور محمود کو مخاطب کر کے بولا۔

''لیکن تم یہ نہ سمجھنا کہ میں ہری پور سے جا رہا ہوں۔''

''ہری پور تمہیں آج ہی چھوڑنا ہوگا۔'' محمود گرج کر بولا۔

''محمود......!'' رانی صاحبہ چیخیں۔ ''بے شرم! بدتمیز......چپ رہو۔''

''چچی اماں......!''

''تم بدتمیز ہو......اس گھر میں کبھی کسی مہمان کی بے عزتی نہیں ہوئی۔''

رانی صاحبہ محمود پر گرجتی ہی رہیں اور یہ دونوں وہاں سے چل پڑے۔

''لیکن ہم جائیں گے کہاں۔'' رشیدہ نے کمپاؤنڈ کے باہر آ کر پوچھا۔

''عمران کے گھر......!''

''آخر بات کیا تھی۔''

''پھر بتاؤں گا۔''

وہ دونوں تیزی سے قصبے کی طرف جا رہے تھے۔

نیا میزبان

عمران نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ انور اور رشیدہ سے اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہا تھا جیسے برسوں سے انہیں جانتا ہو۔ اس کی توجہ کا مرکز زیادہ تر رشیدہ تھی۔

''انور صاحب میں نے آپ کو پہلے ہی حویلی والوں کے چھچھورے پن سے مطلع کر دیا تھا۔'' عمران نے کہا۔ ''میں یہ مان نہیں سکتا کہ آپ کسی ناخوشگوار واقعے کے شکار نہیں ہوئے۔ میں ان لوگوں کی رگ رگ سے واقف ہوں۔''

''میں یہ کب کہتا ہوں کہ میں یونہی تفریحاً آپ کا مہمان بنا ہوں۔'' انور ہنس کر بولا۔

''مہمان! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو اپنا ہی سمجھتا ہوں...... خصوصاً رشیدہ صاحبہ کی موجودگی تو میرے لئے باعث فخر ہے۔ انور صاحب میں بہادروں کی قدر کرتا ہوں...... اور پھر رشیدہ صاحبہ نے تو داراب جیسے خوفناک ڈاکو کو ختم کر کے دنیا کو دکھا دیا کہ مشرقی عورتیں بھی کسی سے کم نہیں۔''

''آپ کو ہم لوگوں کے متعلق کس نے بتایا۔'' انور نے پوچھا۔

''حویلی ہی میں معلوم ہوا تھا۔'' عمران ہنس کر بولا۔ ''اور اس کے بعد ہی میں آپ لوگوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لئے بے چین ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ محمود مجھے کبھی آپ لوگوں سے نہ ملنے دے گا۔ اسی لئے میں نے وہ کل والا بے تکا طریقہ اختیار کیا تھا۔ آپ لوگوں کو میری حماقت پر ہنسی تو بہت آئی ہوگی اور سچ پوچھئے تو وہ تھا بھی بچکانہ طریقہ۔ میں نے آپ کے شکار کا سارا مزہ کرکرا کر دیا تھا۔''

رشیدہ ہنسنے لگی۔

''ایک بات اور......'' انور سنجیدگی سے بولا۔ ''محمود نے مجھے دھمکی دی ہے۔''

''دھمکی! کیسی دھمکی؟''

''یہی کہ اگر میں آج ہی ہری پور سے نہ چلا گیا تو......!''

''لاشیں گر جائیں گی انور صاحب۔'' عمران اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔ ''میرے مہمان کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنے والا زمین پر پیر نہ ٹیک سکے گا۔ یہ حویلی نہیں عمران کا گھر ہے۔''

''ایسا نہ کہو......وہ یہاں کا سب سے بڑا جاگیردار ہے۔''

''تو انور صاحب آپ کا یہ خادم بھی کسی سے گیا گذرا نہیں۔'' عمران اکڑ کر بولا۔ ''بخدا میں اس وقت نشے میں نہیں ہوں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں پوری ذمہ داری کے ساتھ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں تو صرف موقعے کی تلاش میں تھا۔ ذرا محمود بول کر تو دیکھے۔''

انور خاموش ہو گیا اور عمران اپنے چوڑے چکلے بازوؤں کی طرف دیکھتا رہا۔

''لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔'' عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''محمود آپ لوگوں کو خاص طور سے یہاں لایا تھا۔''

''یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔''

''یہ بات سارے قصبے میں مشہور ہے۔''

''لیکن لوگوں کو یہ بات معلوم کیسے ہوئی۔''

''حویلی ہی والوں کے ذریعے سے۔''

''اوہ......!'' انور کچھ سوچنے لگا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ نے شاید انہیں منع کر دیا تھا کہ آپ کے آنے کا مقصد کسی سے نہ بتائیں۔'' عمران مسکرا کر بولا۔

''آپ کا خیال صحیح ہے۔'' انور اسے گھورتا ہوا بولا۔

''اور ان لوگوں نے اس کے خلاف کیا......آخر کیوں؟''

''یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔'' انور نے کہا۔

''آپ سوچتے ہی رہ جائیں گے۔'' عمران ہنس کر بولا۔ ''آپ محمود کو نہیں جانتے۔ وہ

انتہائی مکار اور کینہ توز آدمی ہے۔ ایک طرف تو وہ آپ کو اس پرندے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے لایا اور پھر آپ کی تاکید کے باوجود بھی اس نے اس کا تذکرہ دوسرے لوگوں سے کر دیا۔ اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں۔''

''عمران صاحب......آپ بہت ذہین آدمی ہیں۔'' انور اسے مصنوعی حیرت سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''یہی سوال میرے ذہن میں بھی تھا۔''

''اور مجھے یقین ہے کہ یہی سوال آپ کو اس پرندے کی حقیقت تک لے جائے گا۔''

انور کچھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آہستہ سے بولا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

''محمود سے کوئی قصبے میں خوش نہیں ہے۔'' عمران نے کہا۔

''آخر کیوں؟''

''محض اس کی کینہ پروری کی بناء پر۔''

''ایک بات تو میں بھی کہوں گا۔'' انور سنجیدگی سے بولا۔ ''شاہدہ جیسی نیک لڑکی ہرگز اس کے قابل نہ تھی۔''

''ٹھیک ہے۔'' عمران زہر خند کے ساتھ بولا۔ ''دولت زندگی کی دوسری قدروں سے زیادہ اہم ہے۔''

تو کیا اس کی شادی محمود کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے۔'' انور نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''یہ ایک لمبی داستان ہے انور صاحب۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ شاہدہ رضامند نہیں تھی لیکن اس سمجھوتے کی وجہ دولت ہی تھی۔ محمود کے چچا لاولد تھے یعنی رانی صاحبہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے محمود کو گود لے لیا تھا اور راجہ صاحب شاہدہ کو بھی بے حد چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ محمود اور شاہدہ کی شادی ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے وصیت کی کہ محمود اسی حالت میں ان کی پوری جائیداد کا وارث ہوسکتا ہے جب وہ شاہدہ سے شادی کر لے، ورنہ نہیں۔ ایسی صورت میں آپ خود سوچ سکتے ہیں۔''

''تو کیا شاہدہ رضامند نہیں تھی۔''

''میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔''

''کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔'' انور اسے آنکھ مار کر مسکراتا ہوا بولا۔

عمران ہنسنے لگا۔ مگر اس کا قہقہہ بالکل کھوکھلا اور بے جان تھا۔

''یہ تو آپ بھی جانتے ہیں۔'' عمران نے کہا اور یک بیک سنجیدہ ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''میں کینہ توز نہیں ہوں انور صاحب...... محمود اچھی طرح جانتا ہے کہ جب بھی مجھے موقع مل گیا اسے نقصان پہنچانے سے باز نہ آؤں گا۔ اگر اس کے حصے میں آئی ہوئی دولت شاہدہ کو خرید سکتی ہے تو میرا انتقامی جذبہ بھی کچھ کرسکتا ہے۔ میں افلاطونی عشق کا قائل نہیں ہوں اور نہ ہی نیک آدمی ہوں۔ میں نے شراب کا پہلا پیگ اس وقت پیا تھا جب میں دس برس کا تھا۔''

''شاہدہ بھی تمہیں چاہتی تھی۔'' انور نے پوچھا۔

''میں نے یہ جاننے کی کبھی کوشش نہیں کی۔''

''تو پھر کوئی بات ہی نہ ہوئی۔'' انور بولا۔

''یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی مجھے چاہتی ہو۔'' عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''اب بھی جب کوٹھی کے افراد مجھ سے نفرت کرتے ہیں شاہدہ اس معاملے میں ان سے بالکل الگ تھلگ نظر آتی ہے۔ وہ خود کبھی بداخلاقی سے پیش نہیں آئی۔ شادی سے قبل بھی اس کا یہی رویہ تھا حالانکہ میرے اعزہ مجھ سے ہمیشہ نفرت کرتے رہے ہیں۔''

''ممکن ہے کہ وہ ازراہِ شرافت ایسا کرتی رہی ہو۔'' انور نے کہا۔

''تو میں کب اُسے کمینہ پن سمجھتا ہوں۔'' عمران ہنس کر بولا۔ ''مجھے اس سے محبت تھی اور ہے۔ اب یا تو محمود کو مرنا پڑے گا یا شاہدہ کو طلاق دینی پڑے گی...... آپ ہنس رہے ہیں۔ بخدا میں نشے میں نہیں ہوں۔ آپ کو یہ باتیں عجیب لگتی ہوں گی مگر میں بالکل سنجیدہ ہوں۔ میں اپنی کمزوریوں کو فلسفے یا منطق کی چادر میں چھپانے کا قائل نہیں۔ میں شاہدہ کی گلوخلاصی چاہتا ہوں چاہے وہ جس صورت میں ہو۔''

''خیر چھوڑو......!'' انور سگریٹ سلگاتا ہوا بولا۔ ''یہ بتاؤ کہ شاہدہ شادی سے قبل بھی چڑچڑی تھی۔''

''ہرگز نہیں......!'' عمران بولا۔

''پھر آخر اس کے چڑچڑے پن کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔''

''محمود کی عیاشی اور اوباشی۔''

''اگر یہ بات ہے تو تمہیں بتاؤ کہ وہ تم جیسے بدنام آدمی سے کیسے شادی کر لیتی۔''

''خدا کی قسم اگر وہ مجھ سے کہتی تو میں شراب قطعی ترک کر دیتا۔ حالانکہ شراب میری زندگی کا جزو لازم بن کر رہ گئی ہے۔ میں مر جاتا مگر شراب نہ پیتا۔ انور صاحب وہ جس طرح کہتی میں اسی طرح زندگی بسر کرتا۔ انور صاحب میں مر جاتا...... مگر......!''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے۔ مگر میں نے سنا ہے کہ محمود قصبے میں بہت نیک نام ہے۔''

''میں پھر کہتا ہوں انور صاحب کہ وہ بڑا مکار ہے۔ اس کے سیاہ کارناموں سے تو میں واقف ہوں۔''

''مثلاً......!'' انور نے کہا اور اپنی ساری توجہ اس کی طرف منعطف کر دی۔

عمران نے محمود کی عیاشی کی ایک داستان چھیڑ دی لیکن انور کو اس میں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جو اس کے کام کی ہوتی۔

رشیدہ اس گفتگو میں قطعی کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ وہ محمود اور انور کی اچانک لڑائی کی وجہ جاننا چاہتی تھی آخر یہ یک بیک کیا ہو گیا۔ رانی صاحبہ پر اس کا کیا ردعمل ہوا ہوگا۔ اُسے اس دوران میں اس سے بے پناہ محبت ہوگئی تھی۔ اُن کے لہجے میں اتنی گھلاوٹ اور مامتا تھی کہ بعض اوقات اس کا بے اختیار یہ دل چاہتا تھا کہ ''ماں'' کہہ کر اس سے لپٹ جائے۔

کبھی وہ یہ سوچتی کہ شاید انور نے یہ سب کچھ سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کیا ہے۔ محمود سے اس کی لڑائی مصنوعی تھی مگر خیال آتا کہ اتنی بے ساختہ قسم کی جنگ مصنوعی نہیں ہوسکتی۔ اسے محمود کی سرخ سرخ اور اپنے حلقوں سے ابلتی ہوئی آنکھیں اچھی طرح یاد تھیں۔ غصہ مصنوعی ہوسکتا ہے لیکن اس کا خارجی ردعمل ہرگز مصنوعی نہیں ہوسکتا۔ مصنوعی غصے میں آدمی چیخ تو سکتا ہے لیکن اس کی آنکھیں نہیں سرخ ہوسکتیں۔

تھوڑی دیر دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد انور نے پھر مطلب کی

باتیں شروع کر دیں۔

''تم نے میرا میزبان بننا تو منظور کر لیا ہے لیکن اگر اس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں ذمہ دار نہ ہوں گا۔''

''کس قسم کا نقصان.....؟'' عمران چونک کر بولا۔ ''کیا واقعی آپ مجھے محمود سے کمزور سمجھتے ہیں۔''

''محمود کی بات نہیں......میرا اشارہ اس آتشی پرندے کی طرف تھا۔''

عمران خاموش ہو گیا اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا ہے۔ انور اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ رشیدہ بھی اس کی اس اچانک تبدیلی پر حیران ہوئی۔ حیرت کی بات بھی تھی کیونکہ عمران ابھی کچھ ہی دیر قبل بہت بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا تھا۔

''غالباً تمہاری میزبانی کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔'' انور مسکرا کر بولا۔

''یہ بات نہیں انور صاحب۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر سچ مچ مجھے بھی اسی حادثے سے دوچار ہونا پڑا تو آگ پر قابو پانے کے لئے کون سی تدبیر اختیار کی جائے گی۔''

انور ہنسنے لگا۔

''خیر جی دیکھا جائے گا۔'' عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ''قبل از مرگ واویلا سے کیا فائدہ۔ ہاں یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ کروندے کے جنگل کے متعلق کیا رہا۔ میں نے سارے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔''

''بیکار ہے۔'' انور نے لاپروائی سے کہا۔ ''خواہ مخواہ دردسری مول لینے سے کیا فائدہ۔''

''میں کل ہی سمجھ گیا تھا کہ آپ اس مقصد سے ادھر نہیں جانا چاہتے جو آپ نے ظاہر کیا تھا۔''

''تم غلط سمجھے۔'' انور نے کہا۔ ''میں اسے جنگلیوں کا جادو نہیں سمجھتا۔''

''پھر......!''

''کسی انتہائی احمق آدمی کا کارنامہ...... جو محض مکانوں میں آگ لگانے کے لئے اتنی دردسری مول لیتا ہے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

''عنقریب سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔'' انور مسکرا کر بولا۔

عمران کچھ سوچنے لگا۔ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر ان کی طرف مخاطب ہوا۔

''اچھا اب آپ لوگ آرام کیجئے۔ میں کچھ دیر کے لئے اجازت چاہوں گا۔''

''کسی قسم کے تکلف کی ضرورت نہیں۔'' انور نے مسکرا کر کہا۔ ''ہاں میرا دل چاہتا ہے کہ جھیل میں مچھلیوں کا شکار کھیلوں۔''

''ضرور......ضرور...... میں کانٹے وغیرہ مہیا کردوں گا۔''

''کانٹے نہیں جال......!'' انور نے کہا۔

''جال کے شکار میں کیا لطف آئے گا۔ خیر جال بھی مل جائے گا۔''

عمران چلا گیا اور انور اٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اس مکان میں عمران دو ملازمین کے ساتھ تنہا رہتا تھا۔ اس کے خاندان کے بقیہ افراد دوسرے مکان میں رہتے تھے۔ شاید خود انہیں لوگوں نے عمران کو الگ کردیا تھا یہاں وہ سارے لوازمات مہیا تھے جو ایک عیاش رئیس کے لئے ضروری ہوسکتے تھے۔

رشیدہ ان سب چیزوں میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ اس کے ذہن میں تو صرف ایک سوال گونج رہا تھا کہ واقعات کا یہ نیا موڑ کیا معنی رکھتا ہے۔

''انور......!'' اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کرنے والے ہو۔''

''میں محبت کرنے والا ہوں۔''

''دیکھو مجھے خواہ مخواہ الجھن میں مت مبتلا کرو۔''

''میں نے ابھی تک کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔''

''تم محمود سے کیوں لڑ گئے۔''

''میں نہیں لڑا بلکہ وہ خود لڑ گیا۔''

''آخر کیوں؟''

''انور نے اُسے رات کے سارے واقعات بتا دیئے اور رشیدہ اسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔''

''تو کیا تم نے اُسے شاہدہ کے متعلق بتا دیا تھا۔'' اُس نے پوچھا۔

''قطعی نہیں۔'' انور نے کہا۔ ''میں نے صرف اس سے اتنا کہا تھا کہ رات ڈاکٹر کی بہن جھیل کے کنارے کسی کی مرمت کر رہی تھی۔ اس پر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر یکایک خود بخود پاگل کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ پچھلی باتیں نکال بیٹھا۔ کہنے لگا اگر تم یہاں رہے تو حویلی راکھ کا ڈھیر ہو جائے گی۔ گاؤں والے الگ بدظن ہو گئے ہیں اس طرح بات بڑھ گئی۔''

رشیدہ کچھ سوچنے لگی۔

''لیکن وہ کون تھا جسے تم نے ڈاکٹر کی بہن کے ساتھ دیکھا تھا۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔

''محمود......!'' انور نے کہا اور سگریٹ نکالنے کے لئے جیب ٹٹولنے لگا۔

''محمود......!'' رشیدہ نے تحیر آمیز انداز میں دہرایا۔

''ہاں محمود! یہاں کوئی خطرناک ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔'' انور نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ ''محمود کو شبہ ہو گیا ہے کہ شاید میں نے ہی ان دونوں پر گولی چلائی تھی۔''

''اگر اس نے یہ سمجھا ہے تو بالکل احمق ہے۔ بھلا تم اس پر گولی کیوں چلانے لگے؟''

''اتنی ہی عقل ہوتی تو جاگیردار کیوں ہوتا۔''

''تم نے اسے بتا کیوں نہیں دیا کہ گولی شاہدہ نے چلائی تھی۔''

''نہیں میں نے اسے مناسب نہیں سمجھا۔''

''اور کیا وہ جانتا ہے کہ تم نے اسے پہچان لیا تھا۔''

''ظاہر ہے، جبھی تو وہ اس پر مصر ہے کہ میں ہری پور سے چلا جاؤں۔''

''لیکن تم نے اس سے یہ نہیں کہا کہ تم اسے پہچان گئے تھے۔''

''نہیں......!''

رشیدہ پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔

''شام کو ہم لوگ جھیل میں مچھلیوں کا شکار کھیلیں گے۔'' انور تھوڑی دیر بعد بولا۔

''بس تمہیں ہی مبارک رہے۔'' رشیدہ بے دلی سے بولی۔

''خیر! یہ اور اچھا ہے کہ تم میری دم میں نہ بندھو گی۔''

''تم یہ کہہ کر بھی مجھے مچھلیوں کے شکار پر آمادہ نہیں کر سکتے۔''

شکار اور شکاری

''تم ڈاکٹر سے ملی ہو۔'' انور نے رشیدہ سے پوچھا۔

''نہیں......!''

''چلو تمہیں اس سے ملاؤں۔ بہت معقول آدمی ہے۔''

''بھئی میں نہ جانے کیوں کل رات سے تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ سر میں بھی درد ہے۔''

''تو پھر تمہیں تو ڈاکٹر سے ضرور ملنا چاہئے۔''

''ہاں......اچھا......خیر چلو۔'' رشیدہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

دس بج گئے تھے۔ انور عمران کے نوکر کو اطلاع دے کر ڈاکٹر کے گھر کی طرف چل پڑا۔ رشیدہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ یہ لوگ اس وقت پہنچے جب ڈاکٹر مطب سے اٹھ کر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ انور اور رشیدہ کو دیکھ کر وہ بزرگانہ انداز میں مسکرایا۔

''آیئے آیئے!'' وہ انور سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ ''اس رات کے بعد سے تو پھر آپ سے ملاقات ہی نہ ہوئی۔ میں دراصل اس وقت حویلی ہی کی طرف جا رہا تھا۔ محض آپ سے ملنے کے لئے۔''

پھر وہ رشیدہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''آپ کی تعریف۔''

''یہ میری دوست مس رشیدہ ہے۔''

''بڑی خوشی ہوئی۔'' ڈاکٹر نے رشیدہ سے مصافحہ کرتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''انکی طبیعت کچھ بھاری تھی۔'' انور نے کہا۔ ''لہٰذا میں نے سوچا کہ آپ ہی پاس چلوں۔''

ڈاکٹر تھوڑی دیر تک رشیدہ کی طبیعت کا حال پوچھتا رہا پھر کمپاؤنڈر کو آواز دے کر اُسے کچھ ہدایتیں دیں۔

''بس ایک ڈوز پی لیجئے بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔''

رشیدہ اٹھ کر دوا خانے کی طرف چلی گئی۔

''ہاں تو انور صاحب......!'' ڈاکٹر میز پر دونوں ہاتھ ٹیک کر انور کی طرف جھکتا ہوا بولا۔

''پرسوں رات کو میں آپ کی شخصیت سے واقف نہیں تھا۔''

انور صرف مسکرا کر رہ گیا۔

''اس کی اطلاع تو آپ کو ملی ہوگی کہ کل رات کو میرے گھر میں بھی آگ لگ گئی تھی۔''

ڈاکٹر بولا۔ ''قبل اس کے کہ میں اس پرندے پر گولی چلاتا وہ چھت پر بیٹھ چکا تھا۔ لیکن انور صاحب کل مجھے اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہوگیا کہ اس حرکت میں کسی آدمی کا ہاتھ ہے۔''

''وہ کیسے......؟'' انور حیرت کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

''کسی نے پٹرول چھڑک کر مکان کے عقبی حصے میں آگ لگائی تھی اور میں نے ایک آدمی کو بھاگتے بھی دیکھا تھا۔ قبل اس کے کہ میں اس کا تعاقب کرتا وہ کہیں غائب ہوگیا۔''

''آپ کے علاوہ اور کسی نے اس قسم کی اطلاع نہیں دی۔''

''مجھ میں اور دوسروں میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔'' ڈاکٹر مسکرا کر بولا۔ ''دوسرے لوگ اس پرندے سے خائف تھے لیکن میں نہیں تھا۔ دوسروں کے اوسان ہی بجا نہیں رہتے کہ وہ ان چیزوں کی طرف غور کرسکیں۔''

''جس وقت آگ لگی تھی آپ کے ہاتھ میں رائفل تو رہی ہوگی۔'' انور نے کہا۔

''ہاں تھی تو...... میں اس پرندے کی تاک میں تھا۔''

''تو پھر آپ نے اس بھاگنے والے پر فائر کیوں نہیں کیا۔''

''یقیناً مجھ سے غلطی ہوئی۔'' ڈاکٹر سوچتا ہوا بولا۔ ''مگر غلطی کیوں۔ بات دراصل یہ ہے انور صاحب کہ میری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ میں کسی آدمی پر اس قسم کا حملہ نہیں کرسکتا جس سے اس کی جان جانے کا احتمال ہو۔''

انور نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ دیوار پر لگے ہوئے ایک چارٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اس کا تذکرہ آپ نے کسی اور سے بھی کیا ہے؟'' انور نے پوچھا۔

''میں دراصل اسی کے متعلق آپ سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔'' ڈاکٹر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

''ابھی تک میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔''

''کیا کسی خاص خیال کے تحت آپ نے ایسا کیا ہے۔''

ڈاکٹر چونک کر انور کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ''کیوں؟ کیا آپ پر میرا خیال واضح نہیں ہوا۔ کیا اس واقعے کو شہرت دینے سے مجرم ہوشیار نہ ہو جائے گا۔''

''ٹھیک ہے......لیکن وہ پرندہ۔''

''میں ابھی تک اس کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کر سکا۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''حویلی والوں سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں۔'' انور نے اچانک پوچھا۔

ڈاکٹر اُسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹ ایسے انداز میں سکڑ گئے جیسے وہ انور کا مضحکہ اڑانے کا ارادہ کر رہا ہو۔

''اس سلسلے میں آپ کا یہ سوال قطعی غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''بہر حال میں آپ کا دل نہیں توڑنا چاہتا۔ میں یہاں ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے جواب دوں یا ایک عام آدمی کی حیثیت سے۔''

''میرا خیال ہے کہ یہ دونوں حیثیتیں آپ کی شخصیت سے الگ نہیں کی جا سکتیں۔'' انور نے انتہائی خشک لہجے میں کہا۔

''بحیثیت ڈاکٹر میرے ان کے تعلقات کاروباری ہیں اور بحیثیت ایک عام آدمی حویلی کی اکثر دعوتوں میں شرکت کر چکا ہوں۔ اگر تعلقات سے آپ کی مراد زیادہ ربط وضبط ہے تو میں اس کا قائل ہی نہیں۔ میرا کبھی کسی سے زیادہ ربط وضبط نہیں رہا۔''

انور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رشیدہ اور ڈاکٹر کی بہن دکھائی دیں۔ وہ نہایت بے تکلفی سے رشیدہ کی گردن میں ہاتھ ڈالے دواخانے سے آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف کے بجائے متانت اور سنجیدگی تھی۔ کپڑے بھی اس نے کافی سلیقے سے پہن رکھے تھے۔

''بھیا یہ میری سہیلی ہیں۔'' وہ ڈاکٹر سے بولی۔

ڈاکٹر اسے اس حال میں دیکھ کر گھبرا گیا۔

''ٹھیک ہے سلیمہ......ٹھیک ہے۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا۔ ''لیکن گردن میں ہاتھ نہیں ڈالا کرتے۔''

''کوئی پریشانی کی بات نہیں۔'' رشیدہ مسکرا کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

دونوں بیٹھ گئیں۔ سلیمہ کا ہاتھ اب بھی رشیدہ کی گردن میں تھا۔

''تم بہت اچھی ہو۔'' وہ رشیدہ کے گال پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔ ''شاید تم شترمرغ کی بہن ہو۔''

''سلیمہ......!'' ڈاکٹر ملتجیانہ انداز میں بولا۔

''آپ فکر مت کیجئے۔'' رشیدہ نے پھر کہا۔

''رانی صاحبہ کے خاندان میں محمود سب سے زیادہ نیک ہے۔ کیا خیال ہے آپ کا......؟'' انور نے اچانک پوچھا۔

ڈاکٹر جو اپنی بہن کی طرف دیکھ رہا تھا چونک کر انور کی طرف مڑا۔

''محمود واقعی اچھا آدمی ہے۔ اس قصبے میں اس کا دم غنیمت ہے۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''محمود......!'' سلیمہ چیخ کر بولی۔ ''وہ سُور کا بچہ ہے۔''

''سلیمہ خدا کے لئے۔'' ڈاکٹر اٹھتا ہوا غمزدہ آواز میں بولا۔ پھر انور کی طرف متوجہ ہو کر معذرت کرنے لگا۔ ''آپ جانتے ہیں کہ یہ اپنے ہوش میں نہیں ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' انور آہستہ سے بولا۔ ''اچھا اب ہم اجازت چاہیں گے۔''

''تم بھی جاتی ہو۔'' سلیمہ رشیدہ کو کھینچ کر بٹھاتی ہوئی بولی۔ ''نہیں میں تمہیں نہ جانے دوں گی۔'' رشیدہ ہنسنے لگی۔

''اچھا میں نہیں جاؤں گی۔'' رشیدہ نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر انور سے کہنے لگی۔ ''تم جاؤ میں تھوڑی دیر بعد آؤں گی۔''

واپسی میں انور رشیدہ کی ذہانت کی تعریف کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ وہ یقیناً کوئی کام کی بات معلوم کر کے واپس آئے گی۔

ادھر عمران نے صحن میں تین چار جال پھیلا رکھے تھے۔ اُن میں سے کچھ بوسیدہ تھے جن کی مرمت کی جارہی تھی۔

''بھئی کمال کر دیا۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''ارے ایک کافی تھا۔''

''ان میں سے جو پسند ہو منتخب کر لیجئے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تفریحاً مچھلی کا شکار کھیلنے والے کبھی جال استعمال نہیں کرتے لیکن پھر یہ سوچتا ہوں کہ شاید یہ جال آپ آسمان پر لگائیں۔ انور صاحب میں کبھی آپ کو مشورہ نہ دوں گا۔ یہ آپ کے بس کا روگ نہیں معلوم ہوتا۔ شروع میں قصبے والوں نے کئی بہت بڑے بڑے عالموں کی اعانت حاصل کی تھی لیکن وہ منحوس پرندہ جوں کا توں رہا۔

''لیکن اب میں اسے جوں کا توں نہیں رہنے دوں گا۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''تم ڈرو نہیں میں اس سلسلے میں تم سے اور کوئی مدد نہیں لوں گا۔''

''شاید آپ مجھے بزدل سمجھتے ہیں۔'' عمران تلخ لہجے میں بولا۔

''یہ بات نہیں...... میں خود زیادہ بھیڑ نہیں چاہتا۔''

''آپ کی مرضی......!''

''ہاں ایک بات اور......'' انور نے کہا۔ ''آج ذرا ہوشیار رہنا۔ ممکن ہے کہ آج تمہارے ہی مکان کی باری ہو۔''

''مجھے اس کی فکر نہیں۔'' عمران لاپروائی سے بولا اور انور چند سیکنڈ معنی خیز انداز میں اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد جال منتخب کرنے لگا۔ عمران اُسے تشویش آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی بھاری غلطی کر بیٹھنے کے بعد پچھتا رہا ہو۔ دفعتاً انور اس کی طرف پلٹا۔

''ڈاکٹر نصیر کی بہن سلیمہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

''آپ کے سوالات بڑے عجیب ہوتے ہیں۔'' عمران کے لہجے میں تلخی تھی۔

''مطلب یہ ہے کہ وہ کافی خوبصورت ہے۔''

''ہاں ہے تو......!''

''سنا ہے محمود اس میں کافی دلچسپی لیتا ہے۔''

''ہو سکتا ہے لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔''

''تم نے کوشش کی۔'' انور راز دارانہ لہجے میں بولا۔

''کمال کرتے ہیں آپ بھی۔قبلہ مجھے پاگل کتے نے نہیں کاٹا۔''

''کیوں؟ کیا تم اس سے ڈرتے ہو۔''

''آپ اس وقت دلچسپ باتیں کر رہے ہیں۔'' عمران طنزیہ لہجے میں بولا۔ ''کیا آپ کسی پاگل سے دوستی کر سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں؟ کیا تم رشیدہ کو پاگل نہیں سمجھتے۔''

''خیر آپ اب مذاق پر اتر آئے۔ میں سمجھا تھا شاید آپ سنجیدگی سے گفتگو کر رہے ہیں۔''

''بخدا میں قطعی سنجیدہ ہوں۔'' انور نے کہا۔ ''سلیمہ بہت آسانی سے۔''

''بس بس رہنے دیجئے۔'' عمران ہنس کر بولا۔ ''مجھے اپنی ناکارہ زندگی بہت عزیز ہے۔''

''کیوں؟ کیا وہ حملہ بھی کر بیٹھتی ہے۔''

''کیوں نہیں...... پچھلے ہی مہینے کی بات ہے کہ ایک صاحبزادے نے اسے چھیڑ دیا تھا۔ پھر اس نے اس کی ایسی مرمت کی کہ وہ ایک ہفتے تک پلنگ سے اٹھنے نہیں پائے۔ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔ اس نے کسی پاگل کتیا کی طرح ان کی بوٹیاں نوچ کر رکھ دی تھیں۔ پھر اس دن سے کسی کی ہمت نہیں پڑی اور ویسے وہ کسی سے بولتی بھی نہیں۔''

''تو اس کا یہ مطلب کہ اُسے چھیڑنا خطرناک ہے۔'' انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''لیکن ایسی صورت میں بھی بعض بے جگر ایسے ہوں گے جو اسے چھیڑنے سے باز نہ آتے ہوں گے۔''

''یہ محض آپ کا خیال ہے۔'' عمران سنجیدگی سے بولا۔ ''جس وقت وہ گھر سے باہر نکلتی ہے پورے گاؤں میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ دراصل وہ روائت ہے؟ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اس پرندے کا تعلق اسی کی ذات سے ہے۔''

انور کچھ سوچنے لگا۔ اس کے ذہن میں کئی سوال ابھر آئے تھے۔ محمود اس سے کیوں خائف نہیں ہے؟ اور وہ دونوں جھیل کے کنارے کیا کر رہے تھے۔ اگر محمود اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتا تھا تو اس نے اس کی بوٹیاں بھی کیوں نہیں اڑا دیں۔ وہ سوچتا رہا اور عمران اٹھ کر چلا گیا۔ انور یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ عمران نے جس گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا تھا اب اس کی جگہ ایک قسم کی اکتاہٹ نے لے لی ہے۔

تھوڑی دیر بعد رشیدہ واپس آ گئی۔ انور اسے دیکھ کر مسکرایا اور جال چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

''تو کیا تم سچ مچ شتر مرغ کی بہن ہو۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''فضول باتیں مت کرو...... میرا موڈ ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا ڈاکٹر کی بہن نے تمہاری بھی مرمت کردی۔''

''مجھے اس سے ہمدردی ہے۔''

''اور اسی ہمدردی کی وجہ سے تمہارا موڈ خراب ہوگیا ہے۔'' انور منہ سکوڑ کر بولا۔

''کوئی کام کی بات ہے؟''

''کچھ نہیں! یہ بھی میری ایک حماقت تھی۔ بھلا کسی مخبوط الحواس سے کوئی کام کی بات معلوم ہوسکتی ہے۔''

''خیر...... خیر...... اچھا مجھے کام کرنے دو۔'' انور پھر بیٹھ کر جال کی مرمت کرنے لگا۔

رشیدہ دوسری طرف چلی گئی۔ وہ بھی ضرورت سے زیادہ اکتا گئی تھی۔ اس کیس میں اسے ذرہ برابر بھی لطف نہیں آ رہا تھا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ابھی تک نہ تو انور اور نہ وہ خود کوئی تھیوری بنا سکی تھی۔ بس چند واقعات کی بناء پر اندھیرے میں تیر چلائے جا رہے تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود انور ہمت نہیں ہارا تھا۔ اس کا خیال کہ بعض اوقات بغیر سوچے سمجھے افعال بھی مقصد تک پہنچا دیتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے ساز کے پردوں پر بلا مقصد رینگتی ہوئی انگلیاں غیر شعوری طور پر وہی دھن پیدا کر لیتی ہیں جس کیلئے وہ عرصے سے بے تاب تھیں۔

وہ مچھلیوں کے جال کو ایک خاص ڈھنگ سے ترتیب دیتا رہا۔

اور پھر سورج غروب ہونے سے قبل ہی جال سمیت جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ رشیدہ کو اس دوران میں اچھا خاصا بخار ہوگیا اور اسے اتنی بھی سدھ نہ رہی کہ وہ انور کو اس کے ارادے سے باز رکھ سکتی اور عمران نے جانے کیوں انور سے رسماً یہ بھی نہ پوچھا کہ اسے اس کی مدد کی ضرورت تو نہ ہوگی۔

سورج غروب ہو چکا تھا اور انور کسی ایسے درخت کی تلاش میں تھا جو اس کے متعین کردہ خیالی نقشے کے احاطے میں ہو۔ اُسے یہ یقین تھا کہ وہ پرندہ آج بھی نمودار ہوگا مگر اس کا ر

کدھر ہوگا اس کا تصفیہ وہ نہ کرسکا۔ بادی النظر میں تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ آج عمران کے گھر کی باری ہے لیکن مجرم اتنا احمق نہیں ہوسکتا۔ وہ ابھی تک اس پرندے کو دوسروں کی گرفت سے محفوظ رکھنے کیلئے کافی احتیاط برت چکا تھا۔ انور کے خیال کے مطابق اس پر گولی پڑتے ہی جو دھماکہ ہوا تھا اس کا مقصد یہی تھا کہ پرندے کے چیتھڑے اڑ جائیں اور وہ کسی کے ہاتھ نہ لگ سکے۔

آہستہ آہستہ تاریکی پھیلتی جارہی تھی۔ آخر تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد اسے ایک موزوں درخت مل ہی گیا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور درخت پر چڑھنے لگا۔ بمشکل ایک شاخ تک ہاتھ پہنچا تھا کہ کہیں قریب ہی سیٹیوں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ بلکہ بالکل ویسی ہی جیسی حویلی میں آتشزدگی کے موقعے پر سنائی دی تھیں......انور تھم گیا۔

وہ پھر نیچے اتر آیا اور اب وہ جھکا ہوا آہستہ آہستہ سیٹی کی آواز کی طرف رینگ رہا تھا۔ آوازیں جھیل کی سمت سے آرہی تھیں۔ چند لمحوں کے بعد سناٹا چھا گیا لیکن انور بدستور جھیل کی سمت بڑھ رہا تھا۔

اچانک ایک زوردار گھونسہ اس کی کنپٹی پر پڑا اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا اس کی گردن کسی کی آہنی گرفت میں تھی اور دو خونخوار آنکھیں جن سے درندگی ٹپک رہی تھی اس کے چہرے پر جھکی ہوئی تھیں۔ انور کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کی قوت مدافعت زائل ہوتی جارہی ہے۔ خونخوار آنکھوں کے دائرے وسیع ہوتے جارہے تھے۔ تاریک پس منظر میں اس کے چہرے کے قریب دو انگیٹھیاں دہک رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ انگیٹھیاں بھی سرد ہوگئیں اور پھر تاریک رات سے زیادہ گہری تاریکی چھا گئی۔

نہ جانے کتنی دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کے گال پر کوئی چیز رینگ رہی ہے جسے اس نے اضطرابی طور پر پرے جھٹک دیا اور بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

چاروں طرف مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ پہلے تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی بڑے صندوق میں بند ہے لیکن آہستہ آہستہ جب اس کی آنکھیں اس نئے ماحول کی عادی ہوگئیں تو پتہ چلا کہ وہ ایک خیمے کے نیچے بیٹھا ہے۔ داہنی طرف دروازے کے قریب دو موم بتیاں روشن تھیں۔ ایک طرف لکڑی کا ایک بے ہنگم سا تخت تھا جس پر ایک عجیب الخلقت آدمی بیٹھا اسے گھور

رہا تھا۔ انور کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں بے شمار کیڑے رینگنے لگے ہوں۔

انکشاف

یہ ایک قد آور اور بھاری بھرکم آدمی تھا۔ چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھیں کچھ اس بے ترتیبی سے اُگی ہوئی تھیں کہ انور کو بے ساختہ کروندے کی جھاڑیاں یاد آ گئیں۔ اس کا چہرہ وحشیوں جیسا تھا لیکن لباس مہذب دنیا کا تھا۔ شاید وہ انور کے استعجاب سے محفوظ ہو رہا تھا۔ اس کی بوکھلاہٹ دیکھ کر اسی کی گھنی مونچھوں میں جنبش ہوئی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ انور کا ہاتھ آہستہ آہستہ جیب کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''بیکار ہے بیٹے۔'' وہ ہنس کر بولا۔ ''میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ تمہارا پستول تمہارے جیب میں رہنے دیتا۔''

''میں سگریٹ کا پیکٹ نکالنے جا رہا تھا۔'' انور لاپروائی سے بولا۔

''تمہاری دلیری کا میں معترف ہوں۔'' اس نے کہا اور انور کو عجیب نظروں سے دیکھنے لگا۔

انور نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ منتخب کر کے دیا سلائی ڈھونڈنے لگا۔

''تمہاری دیا سلائی میرے پاس ہے۔ عجیب الخلقت آدمی نے دیا سلائی کی ڈبیہ اس کی طرف پھینک دی۔''

انور سگریٹ سلگا کر کھڑا ہو گیا۔

''تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔'' خوفناک چہرے والا بھی اٹھتا ہوا بولا۔

''میں اس ارادے سے نہیں اٹھا۔'' انور مسکرایا۔ ''وہ اتنے اطمینان کے ساتھ سگریٹ پی رہا تھا جیسے اپنے کمرے میں ہو۔ اس کے چہرے پر معصومیت پھیل گئی تھی اور وہ اتنا بھولا دکھائی دینے لگا تھا جیسے دنیا کے نشیب و فراز سے بالکل ناواقف ہو۔''

''انور یہاں تمہاری کوئی مکاری نہیں چل سکے گی۔''

''مکاری......!'' انور معصومانہ انداز میں بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ تم میرے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ میں مہاتما بدھ کا سچا پیرو ہوں۔''

''اگر واقعی میری موت آ گئی ہے تو میں تمہاری بات پر ضرور یقین کرلوں گا۔'' وہ ہنس کر بولا۔

''کل تمہیں نے مجھے جھیل کے کنارے اٹھا کر پھینک دیا تھا۔'' انور نے اچانک پوچھا۔

''ہاں کیوں کیا مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے۔'' وہ تمسخر آمیز لہجے میں بولا۔

''نہیں مجھے خوشی ہوئی تھی۔'' انور نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم خواہ مخواہ اس معاملے میں آ کودے۔'' وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں۔''

''میں بھی محض تمہارے عشق میں گرفتار ہو کر ان جنگلوں کی خاک چھان چھان کر پھانکتا پھر رہا ہوں۔'' انور نے کچھ اس انداز میں کہا کہ وہ بیساختہ ہنس پڑا۔

لیکن انور سنجیدگی سے بولا۔ ''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔''

''کیا مطلب......!'' وہ چونک کر بولا اور دفعتاً سنجیدہ ہو گیا۔

''یہی کہ تم سچ مچ اتنے نیک نہیں ہو جتنا کہ سمجھے جاتے ہو۔''

''یعنی......!''

''یعنی یہ کہ آتشی پرندے سے زیادہ میں اس پاگل لڑکی میں دلچسپی لے رہا ہوں۔''

وہ انور کو گھورنے لگا غالباً وہ اس کا فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے جواب میں کیا کہے۔ دفعتاً وہ گرج کر بولا۔ ''تم یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے۔''

''اگر میں تمہیں نہ پہچانتا تو......!'' انور نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''میں تمہیں چھوڑ دیتا...... کیونکہ کسی بے گناہ کے خون سے ہاتھ رنگنا پسند نہیں کرتا۔''

''اور ان لوگوں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جن کے گھر تم نے پھونک دیئے۔'' انور نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''تمہیں اس سے کیا سروکار......!'' وہ جھلا کر بولا۔

''سروکار نہ ہوتا تو میں یہ زحمت ہی کیوں مول لیتا۔''

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”مجھے افسوس ہے کہ تم جیسا ذہین آدمی میرے ہاتھوں مارا جارہا ہے۔ کاش تم نے مجھے پہچانا نہ ہوتا۔ مگر کون جانے ممکن ہے یہ بھی تمہاری چال ہو۔“

انور اس طرح ہنس پڑا جیسے وہ اس سلسلے میں جھوٹ بولا ہو۔

”تم مجھ سے زیادہ چالاک معلوم ہوتے ہو۔“ انور بے اختیار بولا۔

”خیر...... خیر...... برخوردار اب مجھے اور زیادہ گھسنے کی کوشش نہ کرو۔ تم اس طرح اپنی جان نہیں بچا سکتے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ تم مجھے پہچان گئے ہو۔“

”خیر مجھے اس کی پرواہ نہیں۔“ انور لاپروائی سے بولا۔ ”میں بے شک تمہیں پہچان گیا ہوں۔ میں نے کل ہی پہچان لیا تھا۔ دیکھو عمران تم میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔“

عجیب الخلقت آدمی نے قہقہہ لگایا۔

”دیکھو انور تم درحقیقت اتنے چالاک نہیں جتنا خود کو سمجھتے ہو۔ اب تم عمران کا نام لے کر اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ابھی ابھی تم نے ایک زبردست غلطی کی ہے جسے پیش نظر رکھتے ہوئے میں تمہارے فقروں میں نہیں آ سکتا۔“

”کیسی غلطی......!“

”پاگل لڑکی کا تذکرہ۔ بھلا عمران کو اس کی ذات سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔“

”تعلق میں اچھی طرح جانتا ہوں۔“ انور معنی خیز انداز میں سر ہلا کر بولا۔

”یعنی......!“

”تمہیں محمود سے دشمنی ہے۔ محض اس لئے کہ تمہاری شادی شاہدہ سے نہ ہوسکی۔ تمہیں اتفاق سے علم ہوگیا کہ محمود ڈاکٹر کی بہن میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اس پر تم نے شاہدہ کو محمود کے خلاف اکسایا اور شاہدہ کا انتقامی جذبہ اس شدت سے ابھار دیا کہ وہ کل رات کو جھیل کے کنارے ان دونوں پر گولی چلانے سے بھی باز نہ آئی۔ قصبے میں تم لوگوں کے گھر پھونک رہے ہو جن سے تم دشمنی رکھتے ہو میں نہیں جانتا کہ تمہاری آئندہ سکیم کیا ہوگی۔ بہرحال یہ مسلمہ ہے کہ تم محمود کو ختم کردینے کی فکر میں ہو۔ مگر اس طرح کہ اس کا الزام دوسروں کے سر جائے۔ ممکن ہے کہ تم اس سلسلے میں ڈاکٹر نصیر اور محمود کو بھی الجھانے کی کوشش کرو۔“

انور خاموش ہوگیا اور وہ خاموشی سے انور کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی الجھن میں مبتلا ہوگیا ہو۔

"بہرحال تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" وہ تخت پر بیٹھتا ہوا بولا۔ "اور میں تمہیں ابھی ختم کئے دیتا ہوں۔"

"ختم کرنے کے لئے کون سا طریقہ استعمال کرو گے۔" انور اپنی ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے لاپروائی سے بولا۔

"تم ایکٹنگ بہت اچھی کر لیتے ہو۔" وہ ہنس کر بولا۔ "لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم خوفزدہ ہو۔"

"ممکن ہے۔" انور نے کہا اور اس طرح اپنی ٹائی کھول کر پھینکی جیسے اُسے گرمی لگ رہی ہو۔ قمیض کے بٹن بھی کھول دیئے۔

"تم میرے لئے بڑی آسانیاں پیدا کر رہے ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "میں تمہارا گلا گھونٹ کر تمہیں ماروں گا۔"

انور کے چہرے پر خوف کے آثار پیدا ہوگئے۔ اس کی سانسیں تیز ہوگئیں اور وہ بے بسی سے زمین پر بیٹھ گیا۔

"عمران میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں سے چپ چاپ چلا جاؤں گا۔" انور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

عجیب الخلقت آدمی نے قہقہہ لگایا۔ "تم مکار ہو۔ میں تم پر اعتماد نہیں کرسکتا۔"

"تم جانتے ہو کہ محمود سے میرا جھگڑا ہوگیا ہے۔"

"ممکن ہے یہ بھی تمہاری مکاری ہو۔"

"تو پھر اب اس سے زیادہ اپنی صفائی میں کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔" انور نے کہا اور سر جھکا لیا۔ اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ لیکن اس کے دونوں ہاتھ بُری طرح مشغول تھے۔ وہ خوفناک آدمی آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا چہرہ حیرت انگیز طور پر ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اندھا، گونگا اور بہرہ ہو۔ اس کی

آنکھیں انور کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ آہستہ آہستہ ڈرامائی انداز میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انور گھبرا کر کھڑا ہوگیا اس وقت سچ مچ اُسے اس کا چہرہ خوفناک معلوم ہونے لگا تھا۔

انور پھرتی سے دو قدم پیچھے ہٹا اور اس کی ٹائی کوندے کی لپک کی طرح آگے بڑھتے ہوئے وحشی کی کنپٹی سے جالگی۔ اس کے منہ سے ایک دبی سی چیخ نکلی اور دوسرا قدم زمین پر پڑنے سے پہلے ہی وہ لہرا کر گر پڑا۔ انور کی ٹائی کے سرے پر پتھر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا جھول رہا تھا۔ اس نے جھک کر دیکھا خوفناک چہرے والا بیہوش ہو چکا تھا۔ انور نے اس کے دونوں ہاتھ ٹائی سے اس کی پشت پر باندھ دیئے اور اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا جس سے اس کی ٹارچ اور پستول برآمد ہوئے۔

اس کی تیز نظریں خیمے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہاں کچھ زیادہ سامان نہ تھا۔ دفعتاً ایک چھوٹے سے صندوق نے انور کی توجہ اپنی طرف منعطف کرالی۔ صندوق تخت کی آڑ میں تھا اور وہاں تک موم بتیوں کی روشنی اچھی طرح نہیں پہنچ رہی تھی۔ اسے ایسا معلوم ہوا جیسے خود صندوق سے ہلکی ہلکی روشنی نکل رہی ہو اور جب اس نے صندوق کھولا تو اُس کے منہ سے حیرت آمیز چیخ نکل گئی۔ یہ روشنی ایک بوتل میں بھری ہوئی کسی سیال شے کی تھی۔ آگ کی طرح دہکتا ہوا عرق۔ انور نے موم بتیاں بجھا دیں اور اس عرق کی چمک پہلے سے زیادہ ہوگئی...... اس نے بوتل اپنے جیب میں ڈال لی اور موم بتیاں پھر روشن کر دیں۔

پھر وہ خیمے سے باہر نکل آیا اور ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالنے لگا۔ کروندے کی جھاڑیاں چاروں طرف سے خیمے پر اس طرح جھکی ہوئی تھیں کہ وہ ان میں چھپ کر رہ گیا۔ داہنے طرف لکڑی کا ایک کابک بنا ہوا تھا جس میں سے کبھی کبھی کسی کبوتر کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ انور نے کابک کھول کر ایک کبوتر نکالا اور بوتل سے عرق نکال کر اس پر ملنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آتشی پرندہ تیار ہوگیا۔ پھر انور نے اسے اڑا دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک چکر کاٹ کر پھر کابک پر آ گرا۔ اس نے اسے بند کر دیا اور خیمے میں لوٹ آیا۔

وہ خوفناک آدمی ہوش میں آ گیا تھا اور اب بیٹھا ہوا اپنی پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''قطعی بے سود ہے......'' انور جیب سے ریوالور نکالتا ہوا بولا۔ ''تمہاری دوسری کوشش تمہیں جہنم میں پہنچا دے گی۔''

وہ اسے بے بسی سے دیکھنے لگا۔

''ڈاکٹر نصیر! تم طاقتور ضرور ہو مگر چالاک نہیں۔'' انور مسکرا کر بولا۔ ''تمہاری یہ گھنی ڈاڑھی صرف تمہارا چہرہ چھپا سکتی ہے آواز نہیں۔ آواز بدل دینا ایک مشکل فن ہے اور تم ابھی اس میں کچے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارے جرائم کی عمر کتنی ہے اور اس حماقت کا کیا مقصد تھا۔''

ڈاکٹر نصیر تحیر آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''میرا مطلب یہ ہے کہ تم عادی مجرم نہیں معلوم ہوتے۔'' انور نے آہستہ سے کہا۔

''تمہارا خیال ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر نصیر مضمحل آواز میں بولا۔ ''اپنی بہن کی طرح میں بھی پاگل ہو گیا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ سب کچھ بھول گئی ہے لیکن مجھے وہ بات یاد ہے جس کی بناء پر اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔''

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔''

ڈاکٹر نصیر تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر دفعتاً گرج کر بولا۔ ''کیا تم اُسے کبھی معاف کر سکتے ہو جو تمہاری بہن کی زندگی برباد کر دے۔''

''ہرگز نہیں۔'' انور دلچسپی کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ ''لیکن پورے قصبے والے تو اس حرکت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔''

''انتقام کا جذبہ اندھا کر دیتا ہے۔'' نصیر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

''میں ایک خاص اسکیم کے تحت محمود کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے ابھی تک اس کا موقع نہ مل سکا۔ گاؤں والوں کو تو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ پرندے کے پیچھے کوئی مافوق الفطرت چیز کام کر رہی ہے۔ میں کسی دن محمود کو کسی جھونپڑے میں باندھ کر پھونک دیتا۔ اس طرح کسی کو مجھ پر شبہ بھی نہ ہوتا اور میرے انتقام کی آگ بھی بجھ جاتی۔''

''لیکن محمود......!'' انور اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

''تم محمود کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ آج سے تین سال قبل جب ہم شہر میں رہتے

تھے محمود نے سلیمہ کو محبت کا فریب دیا تھا۔ وہ اس سے کھیلتا رہا اور جب جی بھر گیا تو اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر سننے میں آیا کہ اس نے اپنے خاندان میں شادی کر لی ہے حالانکہ اس نے سلیمہ سے شادی کا وعدہ کیا تھا۔ سلیمہ اس صدمے کی تاب نہ لاسکی اور اس کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ میں اسے بے حد چاہتا ہوں۔ دنیا میں اس کے سوا میرا اور کوئی نہیں۔ میں نے لاکھ کوشش کی کہ وہ ٹھیک ہو جائے لیکن میں کامیاب نہ ہوا۔ آخر ایک سائیکو اینلیسٹ نے مجھے مشورہ دیا کہ میں اُسے اُسی ماحول انہیں حالات میں دوبارہ لے جانے کی کوشش کروں جن میں اس کا دماغ خراب ہوا تھا۔ اس نے امید دلائی تھی کہ اس طرح اس کا ذہنی توازن ٹھیک ہو جائے گا پھر میں نے اسی مشورے کے تحت یہاں ہری پور میں سکونت اختیار کر لی۔ محمود اور میں ایک دوسرے کے لئے انجان بنے رہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ یہ بھی کر کے دیکھا لیکن کچھ نہ ہوا۔ سلیمہ بدستور پاگل رہی پھر میرا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا۔ قصبے میں میں بہت جلد مقبول ہو گیا تھا اور اب میری یہاں اتنی قدر و منزلت ہے کہ خود حویلی والوں کی بھی نہ ہوگی۔ بہرحال میں اپنے اس فعل پر قطعی نادم نہیں ہوں۔ میں عدالت میں چیخ چیخ کر اپنے جرموں کا اعتراف کروں گا اور اس کی قلعی کھولوں گا جسے ہری پور والے فرشتہ سمجھتے ہیں۔''

''نہیں اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی۔'' انور کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''لیکن تم نے کئی بے گناہوں کے گھر بھی پھونکے ہیں۔''

''مجھے افسوس ہے۔ انتقامی جذبے نے مجھے سچ مچ پاگل کر دیا تھا۔''

انور نے اس کے ہاتھ کھول دیئے اور ڈاکٹر حیرت آمیز نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔

''میں تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کروں گا۔'' انور بولا ''سزا کا مستحق محمود ہے۔''

''لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ محمود کبھی نہ کبھی میرے ہی ہاتھ سے مارا جائے گا۔'' نصیر خود اعتمادی کے ساتھ بولا۔

''مجھے اس سے غرض نہیں۔'' انور لاپروائی سے بولا۔ ''میں خود انتقام کا قائل ہوں اور اسے درست سمجھتا ہوں۔ میں تو اس پرندے کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا جو مجھے معلوم ہوگئی۔ لیکن اُس دھماکے کا کیا راز تھا۔''

''ایک ننھا سا بم......!'' ڈاکٹر نے کہا۔ ''جو میں محض اس مقصد کے تحت کبوتر کے پیٹ میں باندھ دیتا تھا کہ اُسے مار گرانے والے کو اس کا راز نہ معلوم ہو سکے۔''

''بہت خوب......! اور وہ عرق......!''

''یہ میری اپنی ایجاد ہے۔ فاسفورس کا کیمیائی حل جس میں شعلگی تو قائم رہتی ہے لیکن حدت ختم ہو جاتی ہے۔''

''کیا مجھے اس کا فارمولا دے سکو گے۔'' انور نے پوچھا۔

''لے لینا......!'' ڈاکٹر نصیر نے کہا۔ ''لیکن مجھے اب بھی تم پر اعتماد نہیں۔''

''تم مطمئن رہو......میرا کام ختم ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ مایوسی بھی ہوئی۔''

''کیسی مایوسی۔'' ڈاکٹر چونک کر بولا۔

''یہ کیس زیادہ دلچسپ اور خطرناک نہ ثابت ہوا۔'' انور نے کہا۔ ''اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ تم عادی مجرم نہیں ہو۔''

دونوں گفتگو کرتے ہوئے چل پڑے۔ دشوار گذار جھاڑیوں سے گذرتے ہوئے وہ ایک غار میں اتر گئے اور پھر چند لمحوں کے بعد وہ جھیل کے کنارے تھے۔ یہاں غار کا دہانہ تنگ ہو گیا تھا اور اونچی اونچی گھاس سے تقریباً چھپا ہوا تھا۔

''تو تم اس رات کو یہیں غائب ہوئے تھے۔'' انور نے پوچھا۔

''ہاں......!'' ڈاکٹر نصیر نے آہستہ سے کہا اور وہ آگے بڑھ گیا۔ جنگل میں پھیلی ہوئی بیکراں تاریکی نے انہیں اپنے دامن میں چھپا لیا۔

دوسرے دن انور اور رشیدہ ہری پور سے شہر کی طرف جا رہے تھے۔

''تم نے اسے چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔'' رشیدہ بولی۔

''میں نے بہت اچھا کیا......محمود اس قابل ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔''

''کیا تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ اس نے تمہاری بے عزتی کی اور اپنے گھر سے نکال دیا۔''

''نہیں یہ بات نہیں۔ اسکی یہ حرکت ایسی نہیں تھی کہ میں اس کی جان کا گاہک بن جاتا۔''

''اگر ڈاکٹر نے پھر وہی حرکتیں شروع کیں تو۔''

''نہیں اب وہ ایسا نہیں کرے گا۔ البتہ محمود کے بارے میں اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔''

''مگر......!''

''چپ رہو......اب میں ہری پور کے متعلق ایک بات بھی نہیں سن سکتا۔ ختم کرو اس قصے کو۔''

''اچھا اگر تم نے مجھے دھوکا دیا تو......!'' رشیدہ ادھر اُدھر دیکھ کر بولی۔ ''سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ میں ان کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔''

''لیکن میں تم سے محبت کب کرتا ہوں۔ میں نے تم سے کبھی یہ نہیں کہا۔''

''لیکن میں تو کرتی ہوں۔'' رشیدہ نے دانت پیس کر کہا اور اس کے دونوں کان پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالے۔

انور نے ایک چانٹا رسید کر دیا۔ لیکن رشیدہ کا جوابی تھپڑ زور دار تھا۔ انور نے اس کے گھونگھریالے بال اپنی مٹھی میں جکڑ لئے۔ رشیدہ چیخنے لگی اور پھر انور کی ناک پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ بلبلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔

''جنگلی!'' رشیدہ نے آہستہ سے کہا اور غسل خانے کی طرف چلی گئی۔

ختم شد